اللّٰه یجتبی الیه من یشاء و یهدی الیه من ینیب

الحمد لله والمنة کہ درین زمان مسعود و اوان محمود نسخہ نادر الوجود ظفر جلیل المسمی بہ

سبیل الرشاد

مولفہ حامی شریعت پیر طریقت حضرتنا و مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی مد ظلہ العالی

در مطبع مجتبائی واقع دہلی ہند مطبوع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

حمد وصلوٰۃ کے بعد متدینان اہل علم وانصاف کی خدمات مین التماس ہے کہ ایک تحریر مشتمل بر چند استفسارات وسوالات از جانب غیر مقلدین منشی کرم خانصاحب نایب محافظ دفتر صدر ضلع انبالہ کی طرف سے حضرت مخدوم عالم حامی شریعت وہادی طریقت میزاب رحمت ورہنمای طریقہ سنت حضرت سیدنا ومولانا مولوی رشید احمد صاحب متع اللہ الاسلام والمسلمین بفیوضہ وطول بقائہ کی خدمت بابرکت مین بنظر جواب پہنچی جس مین سایل نے چند استفسارات اپنے اطمینان و واقفیت کی غرض سے اور چند سوالات غیر مقلدین جواب کی نظر سے مندرج کیے ہین چنانچہ حضرت ممدوح نے جملہ امور کا جواب باصواب تحقیق و انصاف کے ساتھہ تحریر فرمایا جہان تلک خیال کیا جاتا ہے یہی سمجھہ مین آتا ہے کہ انشاء اللہ علماے باانصاف نہایت محظوظ ہونگے اور دل سے پسند فرماینگے البتہ جو صاحب بوجہ قلۃ فہم یا شدۃ تعصب ان جوابات کی خوبی وعمدگی مین متامل ہون تو یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہین نہ انکی کچھہ شکایت حضرت مولانا کی غرض اصلی ان تحقیقات سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسایل فروعیہ اختلافیہ مین اکابر اہل سنت ومجتہدین امت پر کسی قسم کی زباندرازی یا طعن وتشنیع کرنا بوجہ جہالت وناواقفیت ہے جو عوام کو کسیطرح جائز نہین بلکہ اقوال مجتہدین کا ماخذ نصوص شرعیہ ہین اور مسایل اختلافیہ مین ہرایک مجتہد نے اپنا مدعی قرآن وحدیث سے مستنبط فرمایا ہے نصوص کے مقابلہ مین ہرگز ہرگز ان مسایل مین حضرات مجتہدین نے اپنے قیاس سے کام نہین لیا جو ائمہ مجتہدین کی نسبت ایسا خیال کرے سراسر اُسکی غباوت وجہالۃ ہے چنانچہ بہت سے آجکل کے نام کے علماء ان مسائل جزئیہ مین اکابر امۃ کو الفاظ ناملایم سے یاد کرکے اپنی جہالت ظاہر کرتے ہین بالجملہ مولانا کی یہ غرض ہے کہ ابناء زمانہ کا مقلدین ائمہ پر ان مسائل مین زبان درازی کرنا بالکل بیجا ہے بلکہ یہ جملہ مسایل عبارۃ ودلالۃ واشارۃ نصوص سے ماخوذ ہین چنانچہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے میزان مین مسایل اختلافیہ مین ہرایک امام کے قول کے لئے ماخذ شرعی بیان فرمایا ہے راجح مرجوح کا بیان کرنا اور دلایل ترجیح بتفصیل بیان فرمانے ہرگز اس موقع مین مقصود نہین چنانچہ حضرت مولانا نے چند مواقع مین اس کی طرف اشارہ بھی فرمادیا ہے اس لیے عرض ہے کہ کوئی صاحب بلاتدبر کبھی افراط یا تفریط مین مبتلا ہو جائین وما علینا الا البلاغ۔

بنظر اصلاح ومنفعۃ واظہار حق یہ امر مناسب معلوم ہوا کہ یہ تحریر طبع کراکر مشتہر کیجاے۔

سایل نے اول چند استفسارات اپنے اطمینان کے لئے لکھے ہین اس کے بعد چند مسایل غیر مقلدین کے نقل کیے ہین اول استفسارات کے جواب بیان کیے جاتے ہین۔

استفسار اول صحابی اور تابعی کی کیا تعریف ہے اور لقاء ورویۃ مین کیا فرق ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ تابعی ہوتے ہین یا نہین اور زمانہ خیر القرون کس مدۃ تک رہا فقط محمد حسن عفا عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن
سیئات اعمالنا من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ
الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ وصحابہ واتباعہ الی یوم الدین اما بعد از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام
مسنون آنکہ آپکا خط آیا آپنے چند امور کو دریافت کیا ہے اُنکا جواب لکھتا ہون۔
صحابی اُسکو کہتے ہین کہ حالتہ اسلام مین فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف
ہوئے اگرچہ دورسی ہی زیارت کی ہو اور رویۃ کے معنے دیکھنے کے ہین اور
لقا ملاقات کو کہتے ہین کہ خدمتہ مین حاضر ہو جائے فرق یہہ ہے کہ اندھے کو
زیارت نہین ہوسکتی لقا ہوتی ہے تو اندھے کو صحابی کی حد مین داخل ہونیکے
واسطے لقا کا لفظ اختیار کرتے ہین اور اخذ حدیث آپ کی کلام سننے سے مراد
ہے اگر فقط رویۃ یا لقا ہوا اور روایۃ نہو تو بھی صحابی ہوتا ہے یہہ مسئلہ سب محدثین
کا مسلم ہے کیسکو اس مین خلاف نہین علی ہذا تابعی وہ ہے جو صحابی سے اُسکو لقا ہو
یا زیارت ہو اخذ حدیث ہو یا نہو اور تبع تابعی وہ ہے کہ تابعی سے اُسکو لقا یا زیارت
ہو پس امام ابوحنیفہ تابعی ہین سیوطی نے اسباب مین رسالہ لکھا ہے اور بہت
لوگو نسے تابعی ہونا آپ کا نقل کیا ہے دو روایۃ اُس مین سے نقل کرتا ہون
قال حمزۃ السہمی سمعت الدارقطنی یقول لم یلق ابوحنیفۃ احدا من الصحابۃ الا انہ رای انسا

بعینہ ولم یسمع منہ انتہی اور حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے ادرک الامام ابوحنیفۃ
جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد بالکوفۃ سنۃ ثمانین من الہجرۃ وبہا یومئذ من الصحابۃ عبداللہ
ابن اوفی فانہ مات بعد ذلک بالاتفاق وبالبصرۃ یومئذ انس بن مالک و مات
سنۃ تسعین او بعدہا انتہی اور سواے اسکے بہت سے اقوال علماء کے ہین
بہرحال طبقۃ تابعین مین آپ کا ہونا اگرچہ رویۃ ہی سے ہی ثابت ہے اور تبع
تابعی ہونے مین تو کسی ادنی عاقل کو بھی شبہ نہین قال علیہ السلام خیر القرون
قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم پس اس حدیث سے خیر القرون مین تابعی اور
تبع تابعی دونون داخل ہین اور تبع تابعین کا عہد دوسو سال کے بعد تک ہا چنانچہ
امام شافعی رحمہ اللہ نے جو تبع تابعی ہین دوسو چار مین وفات پائی ہے اور
جناب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ڈیڑھ سو سال مین وفات پائی ہے بہرحال
خیر القرون مین ہونا امام صاحب رحمہ کا محقق ہے اور تابعی ہونا بھی محقق ہے اگرچہ
کوئی انکار کرے عناد سے یا ناواقفیۃ سے واللہ اعلم فقط

استفسار دوم حدیث اصحابی کالنجوم کس کتاب حدیث مین ہے اور عند المحدثین
کس درجہ مین ہے۔

جواب حدیث اصحابی کالنجوم الخ مشکوۃ المصابیح مین منقول ہے رزین کی روایۃ
ہے مگر صحاح ستہ مین یہہ حدیث نہین صاحب مشکوۃ نے اسپر کچھہ کلام نہین کی
مگر ابن حجر وغیرہ نے اسکی تضعیف کی ہے اور اسکا شاہد بھی ہے حدیث اختلاف
امتی رحمۃ اور اختلاف اصحابی رحمۃ پس یہہ طرق سب جمع ہوکر یہہ حدیث حسن
لغیرہ ہوگئی ہے واللہ تعالے اعلم۔

استفسار سوم شرط بخاری یا شرط مسلم یا شرط الشیخین سے یہہ مراد ہے کہ اس حدیث کے راوی کل ثقہ مثل راویان شیخین ہین یا یہہ راوی شیخین کے بھی راوی ہین یا کیا مراد ہے کیونکہ بعض احادیث جو دیگر کتب مین ہین اُنکے واسطے ایسا لکہا ہوا ہوتا ہے۔

جواب شرط شیخین کے یہہ معنے ہین کہ اسکے راوی وہ ہین جنسی شیخین روایۃ اپنی کتابون مین کرتے ہین اسکو حافظ ابن حجر نے اور نووی رحمہما نے معتبر رکہا ہے اور بعض دیگر نے مراد یہہ رکہی ہے کہ صفات رواۃ اس حدیث کی مثل رواۃ شیخین کی ہون شیخ عبد الحق قدس سرہ اور سخاوی قدس سرہ اس معنے کو معتبر کہتے ہین اور متبادر الفاظ سے بھی یہہ ہی معنے ہوتے ہین واللہ تعالے اعلم چونکہ یہہ فقرہ محدثین کا قدیم ہے اور اسکے معنے مین اختلاف تہا اسلئے دونون قول نقل کر دیئے ہین جو علماء متاخرین نے اُس سے مراد سمجھی فقط

استفسار چہارم غیر مقلدین کہتے ہین کہ بمقابلہ نص وحدیث کے قیاس کرنا ناجایز ہے آیا کسی صحابی نے بمقابلہ نص کے قیاس کیا یا نہین۔

جواب یہہ قول کہ بمقابلہ نص کے قیاس ناجائز ہے صحیح ہے اور تمام علماء عام خاص کا اسپر اتفاق ہے اور کوئی ادنی مومن بھی اسکو جائز نہ کہیگا چہ جائیکہ کوئی عالم یا فقیہ یا مجتہد کہے یا ایسا کرے معاذ اللہ تعالے مگر باوجود ظہور مراد کی یہہ لوگ ہداہم اللہ تعالے اس فقرہ کے معنے سے ہزارون کوس دور ہوگئے ہیں اسکو نہ سمجھے اور ذریعہ ابطال حق کا اور طعن امۃ مقبولہ کا بنا کر ضلالۃ مین خود پڑ گئے افسوس صد افسوس ایسی ہی سمجھہ نے ان کو خراب کیا ہے سو اسکے معنے سنو کہ اس سے

یہہ مراد ہے کہ باوجود حکم نص کے اُسکے مقابلہ مین اور مخالفہ مین اپنی راے سے حکم مخالف نص کے دیا جائے اور اپنے قیاس فاسد کو معارض و مقابل حکم شریعت کا بنایا جاوے کہ کوئی نص صریح یا خفی کسی طرح اُسکے موافق نہو بلکہ محض مخالفت جملہ نصوص کی کرے اور کوئی امر قیاس فاسد سے نکالکر سب نصوص کو رد کرے تو یہہ امر باطل و حرام و کار شیطان لعین کا ہے کیونکہ حق تعالے نے اُسکو حکم سجدہ کا آدم علیہ السلام کی طرف فرمایا اور یہین کوئی خفا نہ تہا حقتعالے نے جان کرکہ جن ناری اور ملائکہ نوری اور آدم خاکی ہے سجدہ چاہا مگر اُس پلید نے اپنے قیاس فاسد سے یہہ نکال کرکہ نار فضل و اعلے ہے خاک سے سجدہ کو خلاف مصلحۃ جانا تو صریح نص اور جملہ نصوص کے خلاف بمقابلہ حق تعالی کے حکم کے یہہ قیاس باطل کیا پس ایسا کرنے والا ہمدم شیطان کا ہے اس ہی واسطے کہا گیا ہے کہ اول من قاس ابلیس یعنی قیاس فاسد خلاف نص کے اول ابلیس نے کیا جس کی وجہ سے قوم غیر مقلدین نے اپنی خوش فہمی سے مطلق قیاس کو اگرچہ صحیح ہو ابلیس کا فعل قرار دیکر جملہ مجتہدین و علماء کو صحابہ سے لیکر آج تلک گمراہ ٹہرایا معاذاللہ اس قدر ہر اہل فہم پر واضح ہے کہ مقابل ضد شے کو کہتے ہین پس قیاس مقابل نص کا وہی ہوگا کہ کسی نص کے موافق نہو ورنہ اگر ایک نص کے مقابل اور دوسرے نص کے موافق ہوا تو مقابل نص کسیطرح اُس کو نہین کہہ سکتے اور بسبب تعارض احادیث و نصوص کے یہہ بالضرور صحابہ سے لیکر آخر تک سبکو واقع ہوا ہے تو اس فرقہ کے نزدیک تمام امتہ گمراہ ہوئی اور لا تجتمع امتی علی الضلالۃ بالکل غلط ہوا العظمۃ للہ تعالے کیا جہل نے جہلاء کو خوار کیا ہے

اب بغور سنو کہ اگر کسی حادثہ مین حکم کی حاجتہ ہوتی ہے تو اگر وہان کوئی نص آیتہ یا حدیث مثلاً موجود ہے صریح کہ دوسرے معنے کی محتمل نہین اور غیر منسوخ وغیر معارض تو وہان کوئی قیاس نہین کرتا کہ وہان کوئی حاجتہ قیاس کی نہین یہہ معنے ہین کہ محل نص مین قیاس درست نہین کہ جب خود شارع کا حکم موجود ہے تو کیسلئے قیاس کی کیا ضرورتہ ہے کیونکہ اگر خلاف حکم نص کے قیاس سے ثابت کرے گا تو وہ فعل ابلیس کا اور حرام ہوگا اور جو موافق نص کے ثابت ہوگا تو لاحاصل ہوگا مگر ہان اگر یہ بات ثابت کرے کہ یہہ حکم نص کا موافق عقل سلیم کے ہے تو یہہ موجب قوۃ یقین کا ہو جاتا ہے اور تسلیم حکم نص کو نہایت معین ہوتا ہے کہ حکم نص کا بدیہی مثل مشاہد کے ہو جاتا ہے اور یہہ قیاس نہین بلکہ علتہ حکم کا ادراک ہے یہہ امر باتفاق امتہ درست واعلی درجہ علم کا ہے مثلاً خروج بول ومذی ناقض وضو ہے اور خروج منی موجب غسل ہے اگر کوئی یہان اپنے قیاس فاسد سے خروج منی کو موجب غسل نہ کہے تو مخالف نص کے قیاس سے لعین ہوگا اور جو اپنی قوۃ ذہنی سے اسکی وجہ اور سبب تفرقہ کا بول ومنی مین پیدا کرے خواہ عقل سے خواہ دوسری نص کے حکم سے تو یہہ عین علم ہے اس مین کوئی عیب نہین بلکہ باعث مدح کا ہے مگر اثبات حکم غسل کیواسطے تکلف کرنا فضول ہے لیکن واضح ہو کہ یہہ علم علماء مجتہدین اور اولیاء کاملین کو حاصل ہوتا ہے اور یہہ قیاس نہین اب اس تقریر سے تفرقہ دلیل عقلی بیان کرنے کا اور بمقابلہ نص کے قیاس کرنے کا اور محل نص مین قیاس کرنے کا اہل فہم پر واضح ہو جائیگا اگر بغور علم اس مین فکر صائب کرے گا اور اگر وہان اس نص مین دو

احتمال ہون حقیقۃ مجاز کے سبب یا اشتراک معنی کے سبب یا بنظر ظاہر الفاظ اور نظر علۃ نص کی وجہ سے تو البتہ وہان مجتہد کسی جانب کو ترجیح دیکر ایک جانب کو مقرر کر دیتا ہے اور دوسری جہتہ کو متروک العمل کرتا ہے سو یہہ ترجیح ایک معنی نص کی ہے اور نص پر ہی عمل ہے اسکو قیاس بمقابلہ نص کے کوئی عاقل نہین کہہ سکتا بلکہ یہہ خود اُس ہی نص پر عمل کرنا ہے اور یہہ عین سنتہ و فعل صحابہ علیہم الرحمۃ اور تقریر فخر عالم سے ثابت ہے اور ایسے ہی مواقع پر جہلاء زمانہ کو مجتہدین پر خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمہ پر اعتراضات جہالۃ آیات و مطاعن بے موقع ہین کہ اس ترجیح کو قیاس بمقابلہ نص تجویز کرتے ہین حالانکہ یہہ عین عمل بالنص ہے اور سنتہ و صحابہ سے ثابت ہے بخاری و مسلم مین یہہ حدیث ہے کہ جب آپ بنو قریظہ پر تشریف لیگئے تو یہہ فرمایا کہ لایصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ ترجمہ یہہ ہے کہ ہرگز کوئی عصر کی نماز نہ پڑہی مگر بنی قریظہ مین پس لشکر بنی قریظہ کو روانہ ہوا جب غروب شمس قریب آیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ ہمکو حکم بنو قریظہ سے وری نماز کا نہین ہوا بلکہ منع فرمایا ہے تو اگرچہ نماز قضا ہو جائے مگر ہم راہ مین نماز نہ پڑہین گے وہ نہ ٹہیرے اور بعض صحابہ نے کہا کہ غرض آپ کی جلد چلنے اور جلد پہنچنے کی ہے نماز کا قضا کرنا نہ چاہیے انہون نے راہ مین نماز ادا کی جب آپ کو خبر ملی تو دونون جماعۃ کو کچھہ نفرمایا غرض دونون کی تقریر فرمائی اب دیکھو ایک نص ہے اور معنے ظاہر اور حقیقی اُسکے قبل بنو قریظہ پہنچنے کی نماز نہ پڑہنیکے ہین ایک جماعۃ نے اسپر عمل کیا کہ حقیقی معنے اور ظاہر معنے احق ہوتے ہین اور اسوجہ کو ترجیح دی اگرچہ پہلے سے آپنے جا نکر تاخیر صلوۃ و قضا کرنیکو منع فرمایا تہا

مگر اس جماعۃ نے اس روز حکم شارع پر بسبب نہی کے عمل کیا اور مصیب ہوئے
اور یہہ سمجھے کہ اس نص صریح سے آج کی عصر اس کلیہ سے مخصوص ہوئی ہے
اور دوسری وجہ کو متروک العمل کیا اور دوسرے معنے اسکے جو مجازی ہین کہ نہ
پڑہنے نماز سے راہ مین غرض جلد پہنچنا ہے نہ فوت کرنا نماز کا کہ جو حقیقی معنی ہین
پس دوسری جماعۃ نے اس ہی نص کے معنے مجازی قرار دیئے بسبب کلیہ
شرع کے کہ قرآن مین صلوۃ کو کتابا موقوتا فرمایا ہے اور ترک صلوۃ کو حرام فرمایا
ہے تو اس کلیہ دین کو اصل قرار دیکر اسی نص کو اسکے تابع کیا اور معنے مجازی
لیکر راہ مین نماز پڑہی اور علۃ نص پر عمل کیا کہ وجہ ارشاد راہ مین نماز نہ پڑہنیکی
جلد پہنچنا ہے نہ ترک نماز اور یہہ جماعۃ بہی مصیب ہوئی پس سنۃ سے اور عمل
صحابہ سے ظاہر نص پر عمل کرنا اور علۃ نص پر عمل کرنا اور ظاہر کو چھوڑنا جو فقہاء
کرتے ہین مشروع ہوگیا اور آپنے اسکی تقریر فرمادی جو قیامۃ تک معمول رہیگی
اور دونون طرح کا عمل مجتہدین مین موجود ہے اور اختلاف فروع مین اسی
وجہ سے ہوا ہے اب یہہ قیاس بمقابلہ نص نہین بلکہ اجتہاد فی مراد النص ہے
اور جائز ہے اور سنۃ سے ثابت ہے پس جو اسپر طعن کرتا ہے وہ رسول اللہ
کی تقریر پر طاعن ہے اور اپنا دین برباد دیتا ہے اور سنو کہ حضرت علی رضی اللہ
تعالےٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ فلان کو قتل کردو کہ اسپر تہمت زنا تہی آپ اسکی تلاش کو
نکلے تو وہ چاہ مین نہاتا تہا آپنے اسکا ہاتہہ پکڑ کر نکالا تو وہ مقطوع الذکر تہا پس
آپنے قتل نکیا اور آن کر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے تصویب
فرمائی اب دیکہو حالانکہ حکم قتل کا دیا تہا اور نص صریح ظاہر تہی مگر معہذا جب

وجہ قتل کی اُس شخص مین جسپر حکم قتل تہا نہ پائی تو اُسپر عمل نکیا اور بوجہ رفع علۃ حکم کے
توقف کیا اور مصیب ہوئی تو یہہ شرع مقرر ہوگئی کہ اگر نص کی علۃ مرتفع ہوجائے
تو اسپر عمل نکرنا چاہیے مجتہدین نے اس سے یہہ قاعدہ کلیہ سیکہہ کر عمل کیا تو یہہ قیاس
وحکم بمقابلہ نص نہین بلکہ عمل بحکم نص ہے کہ اُسپر عمل واجب جب تک تہا کہ علۃ موجود
تہی اگر علۃ رفع ہوجائے تو پہر ظاہر الفاظ پر عمل نہوگا تو یہہ خود اقتضائے نص ہے
اسکو ترک نص اور قیاس بمقابلہ نص اہل فہم ہرگز نہ کہینگے علے ہذا بہت وقائع ہین
کہ اہل حدیث وفقہ جانتے ہین گو خودرائے جہال ناواقف ہوکر طعن کرتے ہین
اس تحقیق سے بہت سے اشکال اہل فہم کے حل ہوجاینگے اگر بغور وفکر اس کو
دیکہینگے اب گویا مخالفۃ نصوص کا طعن ہی ہبار منثورا ہوجائے گا الحاصل جیسا
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نص صریح واجب العمل کو ترک کیا بسبب اسکے کہ علۃ
قتل کو جانتے تہے بارشاد فخر عالم علیہ السلام کے اور مرتفع ہونا علۃ کا معلوم کیا
تہا بمشاہدہ اور اس ترک نص کی تصویب شارع علیہ السلام سے ثابت ہوئی ایسے
ہی جب مجتہد علۃ نص کو دریافت کرتا ہے کسی وجہ سے خواہ اشارۃ النص ہو یا
عبارۃ و دلالۃ ہو خواہ استنباط ذہنی سے جو فحوای کلیات شرع سے معلوم ہو
اور پہر بسبب اُس علۃ کے مرتفع ہونیکے نص پر عمل نہین کرتا تو ظاہر بین جانتا ہے
کہ اپنی رائے پر عمل کیا اور نص کو چہوڑا اور اسکا نام قیاس بمقابلہ نص رکہتا ہے
مگر یہہ غلط ہے بلکہ ترک نص کا دوسری نصوص کلیہ کے حکم سے کیا ہے نہ اپنے قیاس
فاسد سے بلکہ حکم نصوص سے لہذا یہہ عین عمل بالنصوص ہے نہ ترک نص اور یہہ عمل
حضرت علی کا اور تصویب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کی حجۃ شرعیہ ہے اسپر طعن جاہل کا خود

شارع علیہ السلام پر طعن ہوتا ہے مجتہد و مقلد ہر حال بری اس عیب سے ہین اور
عین حکم و شرع شارع علیہ السلام کے عامل ہین ہر گز اسکو کوئی عمل بمقابلہ نص سمجھے
اور نہ عمل بالرائے تصور کرے بلکہ یہہ عمل بالنص بحکم شارع ہے ورنہ یہہ طعن صحابہ
علیہم الرضوان بلکہ خود شارع علیہ السلام تک پہنچیگا معاذ اللہ اور اگر کہین دو نص متعارض
جمع ہوئین تو وہان مجتہد بالضرور یا دونون نص کو جمع کرتے ہین کسی طریق وجوہ
جمع سے جو معمول و مقرر ہین یا اگر ناسخ منسوخ ہونا قطعًا یا بالظن غالب بقراین معلوم
ہوا تو ناسخ پر عمل کرتا ہے یا قوۃ و ضعف ثبوت کیوجہ سے قوی پر عمل کرتا ہے یا
رواۃ کی فقیہ و غیر فقیہ ہونیکے سبب فقیہ کی روایۃ پر عمل کرنا اختیار کرتا ہے یا ایک
روایۃ کو قواعد کلیہ نصوص و شرع سے مرجح کرتا ہے مثلاً تو ان جملہ صورتون مین ہر گز
بمقابلہ نص کے قیاس نہین ہوتا بلکہ دونون نص پر یا ایک نص پر عمل ہوتا ہے پس
اسکو بہی نہ عمل بالرائے کوئی عاقل کہے نہ بمقابلہ نص کے قیاس کہہ سکے بلکہ یہہ خود
نص پر عمل و حکم کرتا ہے اور یہہ سب امور صحابہ رضی اللہ عنہم کے معمول ہین اور
اُن سے ہی مجتہدین نے سیئے ہین مثلاً کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی
عنہما سے پوچہا کہ قرآن مین دو آیۃ متعارض ہین واقبل بعضہم علی بعض یتساءلون
دوسری جگہہ فلا انساب بینہم ولا یتساءلون پہلی سے ثابت ہے کہ ایک دوسرے سے
سوال کرے گا اور دوسرے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر گز سوال نہو گا آپنے جواب
دیا کہ عدم سوال نفخہ اولٰے مین ہو گا اور سوال باہم بعد نفخہ ثانیہ کے ہو گا پس دونون
آیۃ کو جمع کر دیا یہہ بہی ایک طریق جمع کا منجملہ طرق کے ہے اسیطرح جزئیات عملی
مین جمع کیا جاتا ہے تو دو نص معمول رہتی ہین جیسا کہ حدیث عصر کی فوات کی ممانعت

کی اور عصر کی نماز قریظہ سے ورے نہ پڑہنی کو مجاز پر حمل کرکے جمع کردیا ہے
یہہ ہی نظیر اُسکی ہے اور ناسخ منسوخ اور قوۃ ضعف کا انکار حضرات غیر مقلدین
بہی نہیں کرتے لہذا اُسکی نظیر کی ضرورۃ نہیں اور فقیہ کے قول وروایۃ کا معتبر ہونا
اس سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ الوضوء
مما مست النار یعنی جو آگ سے طعام پختہ ہوا اُسکے کہانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے
تجدید وضو کرنا چاہیئے تو ابن عباس نے جواب دیا کہ گرم پانی سے بہی وضو
کرنا چاہیے یعنے اگر مس نار موجب نقض وضو کا ہے تو گرم پانی سے وضو درست
نہو کہ وہ بہی آگ کا گرم کیا ہوا ہے اور اگر گرم پانی کا استعمال متوضی کرے تو وضو
ٹوٹ جائے اب دیکہو کہ ابو ہریرہ کی روایۃ کو ابن عباس نے رد کردیا نہ باین جہہ
کہ تم غلط روایۃ کرتے ہو ورنہ اُن کو روایۃ کذب کی وعید سے ڈراتے بلکہ باینوجہ
کہ تمنے معنے حقیقی ظاہر سے خود مطلب سمجہ لیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا یہہ مطلب ہرگز نہیں تمکو فقہ حدیث کا حاصل نہیں ہوا کہ وضو سے نظافۃ کے
لغوی معنی مراد ہیں نہ وضو اصطلاحی شرعی لہذا وہ روایۃ فقہاء صحابہ کی جس سے ترک
وضو ثابت ہوتا ہے معمول ہوئی اور یہہ روایۃ غیر فقیہ کی ترک کی اسکے بہت نظایر
ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے فاطمہ بنت قیس کی روایۃ کو رد کردیا
کہ وہ کہتی تہی کہ مطلقہ ثلث کو نفقہ وسکنی نہیں ملتا آپنے فرمایا کہ ہم کتاب وسنۃ کو
ایک عورۃ کے قول وروایۃ سے رد نہیں کرسکتے معلوم نہیں کہ اُسکو یاد رہا یا
بہول گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے سکنی نہ دینے کی وجہ خاص
بیان کردی جسکو فاطمہ نہ سمجہی تہی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب خبر ملی کہ حضرت

عمر و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اہل میت کی رونے سے میت کو معذب
ہونا روایۃ کرتے ہین تو آیۃ قران سے جو مثل قاعدہ کلیہ کے ہے ولا تزر وازرۃ
وزر اخری رد کیا اور کہا کہ قران تمکو بس ہے اور سماع موتی کے باب مین آیۃ انک
لا تسمع الموتے کو پیش کر کے روایۃ حضرت عمر کو تاویل کر دیا اور کہا کہ وہ سمجھے نہین
آپ کی یہہ مراد نہ تہی تو دیکہو ایسے بڑونکی قول کو بسبب کلیہ شرعیہ کے معتبر رکہا
بلکہ بروی تفقہ دونون کو جمع کیا کہ روایۃ سماع کو ماول بنایا اور معذب ہونیکو
دوسری طرح بیان کیا جو کتب مین مذکور ہے پس یہ سب معمولات صحابہ علیہم الرضوان
کے ہین جنکو مجتہدین دین مین جاری کر گئے ہین اور یہہ ہی تفقہ فے الدین ہے
قال علیہ السلام من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فے الدین سبحان اللہ فضل مجتہدین فقہا رکا
غور کرنا ہے اور اُن پر طاعنین کی جہل و ضلالۃ کو قیاس کرنا بہر حال نہ یہہ ترک
نص اور عمل بالقیاس ہے اور نہ یہہ منع ہے بلکہ عین تفقہ و عین کمال علم مورث
فخر عالم علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہے اور تمام خلاصہ روایات
فقہا رکا اور اختلاف باہمی کا اور وجہ اُسکی اس سے واضح ہو سکتی ہے اور ان ہی
وجوہ اختلاف سے اختلاف فروع پیدا ہوا ہے فقط واللہ اعلم بالصواب اس
جواب کے بعد نہ کسی جواب کی اب حاجۃ ہے نہ آیندہ کسی شبہہ کا محل خطور
باقی رہا مگر فہم شرط ہے اس ہی واسطے اس مین اسقدر بسط کیا گیا فقط —

استفسار پنجم غیر مقلد کہتے ہین کہ فقہ کے مسایل مین بہت اختلاف ہے
احادیث مین کہین اختلاف نہین آیا یہہ سچ ہے کیا بخاری شریف و مسلم شریف
و دیگر کتب صحاح مین استنباط و ترتیب وغیرہ مین ہی اختلاف ہے یا نہ اور حصا مین ہی

اختلاف ہے یا نہین۔
جواب قول غیر مقلدین کا کہ فقہ مین بہت اختلاف ہے اور احادیث مین یہہ نہین بالکل غلط ہے شاید ان لوگون نے مشکوۃ بہی نہین دیکہی محض نام حدیث کا سن لیا ہے احادیث مین اسقدر تعارض ہے کہ دیکہنے سے تعلق رکہتا ہے یہہ کلام محض دہوکا دہی ہے جسکا دل چاہے دیکہہ لیوے کہ احادیث بخاری کی خود باہم متعارض ہین اور یہہ ہی سبب اختلاف فقہا و مجتہدین کا ہوا ہے اللہ اکبر کیسا غلط قول ہے کہ آفتاب پر خاک ڈالنا اسکو ہی کہتے ہین پس معلوم ہوا کہ فقہا کا اختلاف بسبب اختلاف احادیث کے ہوا ہے اور عمل فقہ پر کرنا بعینہ احادیث پر عمل کرنا ہے فقط۔
استفسار ششم غیر مقلدین کہتے ہین کہ اکثر ائمہ خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی جسقدر احادیث لی ہوئی ہین وہ اکثر عند المحدثین ضعیف ہین اور بخاری اور مسلم مین ایک ہی حدیث ضعیف یا راوی مجروح نہین ہے۔
جواب امام صاحب کی احادیث ہرگز ضعاف نہین امام صاحب تابعین و تبع تابعین سے روایۃ نہایۃ تحقیق کے ساتہہ کرتے ہین اور علم اہل کوفہ کا نہایۃ وسیع تہا کہ پندرہ سو صحابی وہان تشریف رکہتے تہے اور اُس وقت بخاری و مسلم پیدا ہی نہین ہوئے تہے سو امام صاحب کے اُستادون سے لیکر صحابہ تک چند واسطے ہوتے تہے وہ سب معتمد و ثقہ تہے تو وہ ان صحاح احادیث سے استنباط مسائل کا فرماتے تہے پہر بعد امام صاحب کے جو اُن احادیث کی نقل ہوئی ہے تو نیچے کے درجہ مین اگر بعض روایۃ مین بسبب ضعف راوی

تحتانی کی ضعف روایۃ کا ہوا پس اس ضعف سے امام صاحب کی سند مین ضعف جاننا سخت کم فہمی ہے مثلاً بخاری سے لیکر صحابی تک رواۃ ثقہ ہین اگر یہہ روایۃ بخاری سے نیچے یا بخاری کے اُستاد سے نقل ہوکر نیچے درجہ مین ضعیف ہو گئی تو بخاری کی حدیث ضعیف ہو گی اگرچہ نیچے کیسا ہی راوی ہو لہذا امام صاحب کی سند مین ہرگز ضعف نہین یہہ کم فہمی ابنا رزمانہ کی ہے کہ اگر ترمذی کی سند مین ضعف ہوا تو وہ روایۃ امام صاحب اگر روایۃ کرین تو وہ بھی ضعیف ہو بہرحال یہہ گمان غلط ہے کہ عدم علم حقیقۃ الحال سے پیدا ہوا ہے اور دیگر ائمہ مجتہدین امام مالک و امام شافعی اور امام احمد تو تمام عالم مین محدث مشہور ہین اور کہ خود صحیحین اُنکی روایات سے پر ہین انکی احادیث کو ضعیف کہنا تو سراسر حمق ہے ورنہ صحیحین بھی ضعیف ہو جاینگی بہرحال ائمہ اربعہ کی نسبۃ یہہ اُنکا گمان فاسد و غلط ہے۔

استفسار ہفتم غیر مقلدین کہتے ہین کہ ظاہر حدیث واجب العمل ہے کسی مجتہد یا فقیہ سے معنی سمجھنے کی حاجت نہین خواہ عالم ہو یا جاہل ہو فوراً عمل کرلے آیا اسکا کیا حکم ہے آیا زمانۂ آنحضرت سے یہہ عمل جاری چلا آیا ہے یا عوام کو کبھی روکا گیا ہے کہ وہ بلا دریافت مجتہد یا فقیہ یا متبحر عالم سے بلا دریافت عمل نکرین بلکہ فتویٰ لین۔

جواب ظاہر حدیث پر عمل واجب ہونے سے اگر یہہ مراد ہے کہ جو کچھہ ترجمہ لفظی حدیث کا ہے اُسپر عمل کرنا سب جگہہ واجب ہے خواہ وہ دیگر آیات اور احادیث کے اور اجماع امۃ کے موافق ہو یا مخالف ہو تو یہہ عقیدہ اور قول سراسر غلط اور نادانی ہے کیونکہ بہت سی احادیث کا ظاہر متروک ہے بسبب نسخ کے یا مخالفۃ صحاح نصوص کے یا اجماع امۃ کے مثلاً یہہ حدیث ترمذی کی سحور کی باب مین ہے کلوا واشربوا

حتی یعترض لکم الاحمر ترجمہ کہاؤ اور پیو تم جب تک پیش آوے صبح سرخ پس
ظاہر اسکا یہہ ہے کہ جب تک سرخی ظاہر نہو تو کہاے جاؤ حالانکہ سرخی جب ظاہر
ہوتی ہے کہ صبح صادق تمام عالم مین پہیل جاوے اور قدر پون گہنٹہ کی گذر جاوے
اور اسفار کا وقت خوب آجاوے اب اسوقت مین سحور کا کہانا چاہیے کہ ان اہل
ظاہر کے نزدیک جائز ہو پس اگر اسمین کسی فقیہ عالم سے نہ پوچہے گا تو روزہ فاسد
ہو کر گمراہ رہے گا یا نہین اور کچہہ اسکی تاویل کی یا معنے درست کیے یا منسوخ کہا
اور یہہ ہی تفقہ ہے اور یہہ عوام کا کام نہین بلکہ علماے متبحرین کا کام ہے تو یہہ
ظاہر حدیث کے خلاف ہوا اور ترک واجب ہو کر حرام ہو گا حسب زعم ان غیر
مقلدین کے کیونکہ واجب کا ترک حرام ہوتا ہے اب دیکہو کیا مآل اس عقل وسمجہہ کا
ہو گا اور اگر یہہ غرض ہے کہ حدیث سے ایک ظاہر لفظ سے مطلب صحیح معلوم ہوتا
ہے اور دوسرا بطور علۃ اور تفقہ کے تو فقط ظاہر لفظی مطلب پر عمل واجب ہے
تو یہہ معلوم ہوچکا کہ غلط ہے کیونکہ قصہ صلوۃ عصر بنو قریظہ مین جماعۃ صحابہ نے ظاہر
مطلب کو چہوڑ کر علۃ پر عمل کیا اور مصیب ہوئے اگر ظاہر ہی پر عمل واجب ہوتا تو ایک
گروہ گناہ کبیرہ کا مبتلا ہو کر سرزنش شارع علیہ السلام کا مورد ہوتا پس وجوب عمل
محض ظاہر حدیث پر خود باطل ہوا پس اس قوم کی یہہ جہالۃ کے کلام خود گمراہی
کے آثار ہین کیا خوب فرماتے ہین مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس قوم غیر مقلد کے
اپنے اشاعۃ السنہ مین اور انصاف کرتے ہین کہ لکہتے ہین نمبر ۱ جلد ۱۱ کے صفحہ ۳۱۱ مین
کہ غیر مجتہد مطلق کے لیے مجتہدین سے فرار وانکار کی گنجائش نہین ۔ اور نمبر ۲ جلد ۱۱
کے صفحہ ۵۳ مین لکہتے ہین کہ پچیس برس کے تجربہ سے ہمکو یہہ بات معلوم ہوئی ہے

کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھہ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کی تارک بن جاتی ہین وہ
آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہین اُن مین بعض عیسائی ہو جاتے ہین اور بعض لامذہب
جو کسی دین و مذہب کے پابند نہین رہتے اور احکام شریعۃ سے فسق و خروج
تو اس آزادی کا ادنی نتیجہ ہے انتہی ع۔ دیکھو کیا خرابی اس قاعدہ کی انکو معلوم
ہوئی کہ عامی کسی مجتہد کا کہین محتاج نہین ظاہر پر اُسکو عمل واجب ہے اور اصل
وجہ مغالطہ کی ان نادانون کو یہہ ہوئی کہ خود فقہار کا یہہ قاعدہ مقرر ہے کہ ظاہر
نص پر عمل واجب ہے جب تک وہ کسی اپنے سے قوی دلیل کے معارض نہو
اور عند التعارض اُسکی تاویل کرنی چاہیے جیسا موقع اُسکا ہو جو اصول مین مقرر
ہے پس یہہ قاعدہ ان جاہلون نے سنکر اول فقرہ تو پلے باندہ لیا اور مجتہد
بنگئے اور آخر فقرہ کو علم کی بات اور مشکل سمجھکر چھوڑ کر حرام ٹھہرادیا کہ اسمین ترک واجب
ہے اور اس اوچھی بات کے عقیدہ سے صحابہ تک کو تارک واجب بناکر گمراہ بنادیا
حال آنکہ شارع نے ہر عامی کو ایسے مواقع مشکلہ مین رجوع علمار کا حکم فرمایا ہے
چنانچہ ابوداؤد مین روایۃ ہے کہ ایک صحابی کے غزدہ مین سر مین چوٹ لگی سر
پہوٹ گیا اُن کو شب کو احتلام ہو گیا انہون نے لوگون سے پوچھا کہ مین تیمم کرلون
لوگون نے کہا کہ پانی کے ہوتے تیمم درست نہین تو ظاہر آیۃ پر عمل کرکے فتوی دیا
جب غسل کیا تو وہ مر گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی خبر ملی تو آپنے
فرمایا کہ مفتیون نے اُسکو قتل کیا خدا تعالے اُن کو قتل کرے کیون نہ پوچھا اس
مسئلہ کو یعنے علمار صحابہ حاضرین سفر سے دریافت کرنا واجب تہا اب غور کرنا
چاہیے کہ عامہ صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم ان آج کل کے مدعیان اجتہاد سے

صدہا درجہ زیادہ عالم تھے اور ظاہر قران پر اور حدیث پر انہون نے فتوی دیا تو
وہ اُن کا فتوی مردود کیا گیا اور حکم تحقیق مسئلہ کا علمار سے فرمایا اور ان جہلا کیطرح
تصویب نفرمائی تواب بحکم شرع ایسے مواقع مین جہان حاجۃ تفقہ کی ہے کسطرح
ہر عامی کو ظاہر حدیث پر فقط ترجمہ دیکھکر عمل و فتوی درست ہوگا بالضرور ایسے
مفتی جاہل ارشاد قتلہم اللہ کے مورد ہونگے الحاصل ہر محل مین ہر عامی کو ظاہر حدیث پر عمل
درست نہین البتہ جو مواقع اجتہاد کے نہین وہان مضائقہ نہین جو صاف صاف
حکم ہین پس زعم ان مدعیان اتباع سنتہ کا خود حدیث سے باطل ہوگیا فقط۔

الحمد للہ کہ جملہ استفسارات سایل کا جواب تو پورا ہوچکا اسکے بعد جو سایل نے
چند مسایل جزئیہ مختلف فیہا کہ جنکی وجہ سے غیر مقلدین زمانہ حال مقلدین پر اکثر
مواقع مین زبان درازی کرتے ہین نقل کرکے جواب طلب کیا ہے اُن کا جواب
لکھا جاتا ہے۔ واللہ الموفق۔

قول اوّل غیر مقلدین کہتے ہین کہ سورۂ فاتحہ امام اور مقتدی دونون پر واجب
ہے کہ بدون اسکے نماز نہین ہوتی۔

جواب قراءۃ فاتحہ خلف امام مین صحابہ کے وقت سے اختلاف ہے اور
عہد حیوٰۃ فخر عالم علیہ السلام مین ہی اس مسئلہ مین صحابہ دو فریق ہوگئے تھے
کہ بعض اجلہ فقہار صحابہ مثل عبداللہ بن مسعود اور ابن عمر اور زید بن ثابت وغیرہم
رحمہم اللہ مانع تھے اور بعض صحابہ مجوز تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے دونون فریق مین سے کیسکو رد نکیا اور بحال خود رکھا اگر کسی ادنی امر کے
باب مین وحی نہ آوے تو عجب نہین مگر نماز جیسے اعظم عبادۃ جزو ایمان مین کہ مدار

دین کا گویا اسپر ہے اگر جماعۃ صحابہ مین ایسا امر واقع ہو کہ مفسد صلوۃ ہو اور ایک
مدۃ تک اسپر تعامل رہی اور وحی ایمن نہ آوے یہہ ہرگز نہین ہو سکتا اس ہی
واسطے جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین جو کنا نعزل مین کہ کنا نعزل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کیونکہ اگر یہہ حرام ہوتا تو بالضرور آپ کو بذریعہ وحی اطلاع دی جاتی اور منع
کیا جاتا اور اس ہی واسطے اہل اصول حدیث ایسے قول وفعل کو مرفوع حدیث
مین شمار کرتے ہین غرض قطعًا فریق مانع قراءۃ فاتحہ خلف امام آپ کے عہد مین
اسپر معتقد و عامل ہی تہے اگر یہہ امر مفسد صلوۃ کا ہوتا جیسا زعم غیر مقلدین کا ہے تو
اُن کو منع کیا جاتا کہ جماعۃ کثیر صحابہ عامل اسکی تہی پس نفی وجوب کو یہہ دلیل کافی
ہے پس یہہ واقعہ ہی مثل واقعہ لایصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ کی ہے لہذا
کیسکو کسی پر سرزنش درست نہین کہ دونون فعل بتقریر ثابت ہو چکے ہین اور خود بین
ہے کہ یہہ اختلاف اس مسئلہ کا بعد وفات فخر عالم علیہ السلام کی حادث نہین ہوا
بلکہ آپ کی حیوۃ کے وقت سے ہی آیہن یہہ اختلاف چلا آتا ہے اب اس کی
کچھہ تفصیل کو سننا ضرور ہے سنو کہ مکہ مین ابتدا اسلام مین نماز تہجد کی فرض ہوئی تہی
جس کی خبر سورہ مزمل کے شروع مین موجود ہے یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا
الخ اور سورہ مزمل ابتدای بعثت مین نازل ہوئی کہ حسب تحریر سیوطی کی اتقان مین
اول سورہ اقرء ثانیا سورہ نون ثالثا ابتداء سورہ مزمل کا نزول ہے اور سب
امام مقتدی فاتحہ و سورۃ دونون کو پڑہتے تہے پہر بعد یکسال کے حسب روایۃ
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی مکہ مین ہی آخر سورہ مزمل کا نازل
ہوا جسمین فاقرءوا ما تیسر من القرآن ہے تو اس آیۃ سے وہ صلوۃ تہجد طویل منسوخ

ہوکر قدر ماتیسر باقی رہ گئی اور اسوقت بھی مقتدی و منفرد و امام ہر سب پر قراۃ
فرض رہی بعد اُسکے معراج مین صلوات خمسہ فرض ہوکر صلوۃ تہجد کی فرضیۃ منسوخ
ہوگئی اور صلوات خمسہ پردہ و مکان مین بجماعۃ پڑہی جاتی تہین اور مقتدی بہی قراۃ
پڑہتے تہے حسب حکم قدیم کے پس ایک مدۃ کے بعد سورۃ اعراف نازل ہوئی
اور اُسمین آیۃ واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا الخ نازل ہوئی تو اس سے قراۃ
مقتدی کی بالکل منسوخ کی گئی اسپر بہت شواہد احادیث مرفوعہ و موقوفہ صحیح و ضعیف
موجود ہین جو مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ امام الکلام مین نقل
کیے ہین ازان جملہ تین روایۃ نقل کرتا ہون اخرج ابن ابی حاتم وابو شیخ وابن
مردویہ والبیہقی فی القراءۃ عن عبداللہ بن مغفل انہ سئل اکل من سمع القران وجب علیہ
الاستماع قال لا انما نزلت ہذہ الآیۃ فاستمعوا لہ وانصتوا فی قراءۃ الامام اذا قرأ
الامام فاستمع لہ وانصت واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ
والبیہقی عن ابن مسعود انہ صلے باصحابہ فسمع ناسا یقرؤن خلفہ فلما انصرف قال اما
آن لکم ان تفہموا ان تعقلوا واذا قرئ القران فاستمعوا لہ واخرج سعید بن منصور وابن
ابی حاتم والبیہقی فی القراءۃ عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا قرء فی الصلوۃ اجابہ من ورائہ اذا قال بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا
مثل ذلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث ماشاء اللہ ان یلبث ثم نزلت واذا قرئ
القران فاستمعوا لہ فقرء وانصتوا غرض میری نقل ان احادیث سے یہہ ہے کہ آخر حدیث
سے ثابت ہوگیا کہ فاتحہ و سورۃ دونون قبل نزول اس آیۃ کے نماز مین پڑہتے
تہے اور مطلق حکم آیۃ سے دونون کا پڑہنا منسوخ ہوا ہے اور آپنے بہی اس

مطلق حکم کو مقید بسورۃ نہین فرمایا بلکہ عام فاتحہ وسورۃ مین رکہا ہے اور اس ہمارے
زمانہ کے لوگ جو اس آیۃ کا نزول خطبہ مین بیان کرکے اس حکم کو مقصور خطبہ پر
رکہتے ہین یہہ سراسر اُن کی غلطی ہے کیونکہ اول صریح احادیث سے ثابت
ہوگیا کہ اسکا نزول قرارۃ مقتدی مطلقاً مین ہے دوسرے یہہ کہ جمعہ فرض مدینہ
مین ہوا ہے اکثر علماء کے نزدیک اور جو علماء مکہ مین فرضیۃ جمعہ کی بیان کرتے
ہین تو آپ کو اُن کے نزدیک ہی جمعہ کی ادا کا محل مکہ مین کبہی نہین ملا تو آپنے
کب مکہ مین جمعہ ادا کیا اور کب لوگون نے کلام خطبہ مین کیا تہا جو یہہ آیۃ نازل
ہوئی کیونکہ اعراف باتفاق محدثین و مفسرین کے مکی ہے اور یہہ آیۃ بہی مکیہ
ہے کسینے اسکو مکیہ ہونے سے استثنا نہین کیا نہ کسینے اسکو مدنیہ لکہا اور پہر بعد
تسلیم محال کے حکم عموم الفاظ پر ہوتا ہے نہ خصوص مورد پر اور یہہ قاعدہ مسلمہ
تمام امۃ کا ہے کسیکو خلاف نہین تو اگر یہہ آیۃ خطبہ مین بہی نازل ہوتی تاہم
مقتدی کو عام ہوتی اور بخاری اپنی جزء القراءۃ مین تصریح کرتے ہین کہ یہہ
آیۃ نماز و خطبہ مین دونون مین نازل ہوئی اُسکے یہی معنے ہین کہ اسکا حکم دونوکو
شامل ہے چنانچہ یہہ اصطلاح محدثین کی ہے ورنہ مکہ مین خطبہ کہان تہا پس حاصل
یہہ ہے کہ قرارۃ مقتدی کی مطلقاً مکہ مین قبل ہجرۃ منسوخ ہوچکی تہی اور عبداللہ
بن مسعود صحابی فقیہ و قدیم اور دیگر صحابہ حاضرین کو نسخ محقق ہوچکا تہا بیشک
کہ ہر وقت کے حاضرباشش تہے اور سے علیٰ ہذا دیگر اصحاب حاضرین مکہ
کو معلوم تہا کہ اول قرارۃ مقتدی کی فرض تہی اس آیۃ سے ممنوع ہوگئی اور مدینہ
طیبہ مین بہی یہہ حکم پہونچ گیا تہا گویا ایک کلیہ دین کا مقرر ہوگیا تہا کہ مقتدی کچہہ

نہ پڑہے حسب حکم آیۃ کی اور آیۃ فاقرؤا ماتیسر چونکہ اس سے پہلے نازل ہوئی تہی
بحق مقتدی منسوخ ہوگئی تہی اور امام و منفرد کے حق مین ویسی ہے قطعی اُسکا حکم
باقی تہا کیونکہ منسوخ البعض قطعی ہی رہتی ہے خلاف مخصوص البعض کے چنانچہ اس قاعدہ
کو سب اہل علم جانتے ہین پس مقتدی کے حق مین اس آیۃ مزمل سے استدلال
لانا ابنار زمانہ کا ہرگز درست نہین کیونکہ آیۃ مزمل کی سابق نزول مین ہے اور
اعراف اور یہہ آیۃ اعراف کے بعد نازل ہوئی اور آخر اول کا ناسخ ہوتا ہے
حکم قدر تعارض مین اور آیۃ فاقرؤا کے مدینہ ہونیکو جو بعض نے لکہا ہے اُس کو
محققین نے رد کردیا ہے فتح الباری وغیرہ کتب مطالعہ فرمالیوین پس جب
آپ مدینہ طیبہ کو ہجرت کرکے تشریف لائے اور علی الاعلان مسجد مین جماعۃ ہونے
لگی تو یہہ قاعدہ سکوت مقتدی کا برابر جاری تہا اور خود آپ ہی یہی جانتے تہے
کہ یہہ مسئلہ سب پر حسب حکم آیۃ اعراف کے واضح ہوگیا ہے کیونکہ بعد نزول اس
آیۃ اعراف کے نہ کوئی آیۃ اس کی ناسخ نازل ہوئی اور نہ آپنے حکم قرارۃ
مقتدی کا خلاف حکم آیۃ کے فرمایا تہا اور دلیل اسپر یہہ ہے کہ حدیث عبادہ جو
عمدہ دلیل مجوزین فاتحہ کی ہے اُسکے یہہ الفاظ ہین صلے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القراءۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن وراء امامکم الخ
اور ابوداؤد نے ایک روایۃ مین کہا لعلکم تقرؤن اور ایک روایۃ مین کہا ہل تقرؤن
پس ان جملہ روایات مین آپ کا ان کلمات دریافت فرمانا دلیل ہے کہ آپنے
حکم قرارۃ کا مقتدی کو نہین دیا تہا کیونکہ اگر آپ کے حکم سے پڑہتے تو لعلکم تقرؤن
اور ہل تقرؤن فرماکر کیون استفسار فرماتے کہ درصورت اذن کے یہہ فعل صحابہ کا

بحکم آپ کے تہا پس اس طرح استفسار فرمانا ظاہر ہے کہ یہہ قرارۃ مقتدی آپکی
اجازۃ وحکم سے نہ تہی اور نہ اسکی آپ کو خبر تہی جب آپ پر قرارۃ کی دشواری
ہوئی تو آپ نے پوچہا تو معلوم ہوا اور صحابہ نے بعض نے اقرار اپنے پڑہنے کا
کیا اور یہہ عرض نکیا کہ آپ کے حکم کے موافق ہماری تعمیل ہے بہر حال اس
استفہام سے ظاہر ہے کہ یہہ قرارۃ آپکے حکم سے نہ تہی اور یہہ واقعہ بہی ابتدار
ہجرۃ کا ہے ظاہرا واللہ تعالے اعلم کیونکہ بعد ہجرۃ کے نماز جماعات مسجد مین
کثرت سے ہوتی تہی اور ہر طرح کے آدمی حاضر ہوتے تہے
تو ایسی حالۃ مین دیر تک مخفی رہنا قرارۃ مقتدی کا آپ پر مستبعد معلوم ہوتا ہے
بہر حال یہہ واقعہ خواہ کبہی تہا مگر اس واقعہ مذکورہ حدیث عبادۃ بن الصامت تک
یہہ ہی قاعدہ کلیہ صلوۃ کا مقرر تہا کہ مقتدی فاتحہ سورۃ کچہہ نہ پڑہے اور آپ کو
کسیکے پڑہنے کی خبر نہ تہی بعد اس واقعہ کے اور آپ کے مطلع ہونے کے ہوا
جو کچہہ ہوا باقی رہے یہہ بات کہ جب آیۃ قران کی منع قرارۃ مقتدی مین نازل
ہو چکی تہی اور فخر عالم علیہ السلام کا حکم آمین خلاف آیۃ کے نہوا تہا اور یہہ اصل صلوۃ
کے مقرر ہو چکی تہی تو پہر صحابہ کرام کیون حالۃ اقتدا مین قرارۃ پڑہتے تہے تو
اسکا یہہ جواب ہے کہ سب صحابہ تو ظاہر ہے کہ نہین پڑہتے تہے کیونکہ جو مانع
قرارۃ کے رہے آخر حیوۃ تک وہ اول سے ہی عدم جواز کے مقر تہی کہ انکا
متمسک آیۃ تہا اور اُن کی تعداد اسّے نفر تک کی گئی ہے اور باقی معلوم نہین
کسقدر ہونگی اور دیگر علما صحابہ اور جنکو خبر نزول آیۃ کی تہی وہ بہی یقین ہوتا ہے
کہ نہ پڑہتے تہے کہ باوجود حکم منع کے اور عدم ارشاد حضرت علیہ السلام کے

کسطرح گمان ہو سکتا ہے کہ پڑھتے ہون البتہ بعض صحابہ جنکو خبر نزول آیۃ کی نہوئی
تہی وہ پڑھتے تہے اسیواسطے ابوداؤد کی ایک روایۃ مین ہے فقال بعضنا
انا لنصنع ذلک تو بظاہر یہہ بعض ہی پڑھنے والے تہے اگر سب یا اکثر پڑھتے تو
پہلے دوسری جماعۃ مین ہی خبر غالبًا ہو جاتی کہ مجمع کا اس کہساٹ مخفی نہین رہتا
پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پڑھنے والے بعض وہ لوگ تہے جنکو خبر نسخ
کی نہ تہی وہ اپنے قدیم تلقین صلوۃ کے موافق پڑھتے تہے اور مثل عبادہ کے
علماء صحابہ جو مجوز ہوئے ہین بعد صدور حکم اس واقعہ کے جو حدیث
عبادہ سے معلوم ہوا مجوز ہوئے ہین اور یہہ بہی ممکن ہے کہ قراءۃ ان بعض کی باوجود
خبر نزول آیۃ کے ہوئی ہو کہ وہ سکتات مین پڑہتے ہون نظر بعلۃ حکم آیۃ کے کہ عین
حالۃ قراءۃ مین منع کیا گیا ہے کہ استماع قران مین حرج واقع نہو اگر سکتات مین
پڑہا جاوے تو مضائقہ نہین چنانچہ بعض روایات مین آیا ہے کہ ہذا نقر یعنی جلدی
جلدی پڑہتے ہین آپ کی شروع قراءۃ سے پہلے اور سکتات مین تاکہ غلط آپکی
قراءۃ سے نہو اور وجہ جلدی کی یہی تہی مگر یہہ بہی اگر ہوا ہے تو بعض کا ہی فعل و
اجتہاد ہے نہ جملہ صحابہ کا کیونکہ اگر اکثر کا عمل ہوتا تو غالب یہہ ہی ہے کہ پہلی دوسری
ہی جماعۃ مین حضرت علیہ السلام کو خبر ہو جاتی کہ اگرچہ مجمع مین کیسا ہی اخفا کیا جاوے
مگر کثرت رجال مین صوت مرتفع ہو جاتی ہے اس کو تجربہ سے ہر شخص مشاہدہ کر سکتا
ہے خصوصًا سکوت کی حالۃ مین الحاصل جب آپکو قراءۃ مین منازعۃ و ثقل واقع ہوا اور
لوگونکا پڑہنا معلوم ہوا تو آپ نے حکم فرمایا لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوۃ الا
بفاتحۃ الکتاب یعنے اگرچہ جلدی جلدی سکتات امام مین ہی پڑہتے ہو تا ہم مسٹ پٹہو

اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ فاتحہ و سورۃ دونون پڑہتے تہے جیسا کہ قبل نزول
آیۃ کے سب صحابہ پڑہتے تہے مگر اب سکتات مین پڑہتے تہے اور پہلے رعایۃ
سکتات کی نہ تہی پس جب یہہ حکم صادر ہوا تو اب صحابہ دو فریق ہو گئے جماعۃ مجوزین نے
تو ظاہر الفاظ حدیث سے یہہ سمجہہ لیا کہ آپ نے ایجاب قراءۃ فاتحہ کا فرمایا ہے
اور عموم آیۃ کو خاص فرما دیا بقرینہ فانہ لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے مگر معہذا دوسرے
فریق کی نماز کو فاسد نہین جانتے تہے کہ دوسرا فریق بہی مصاب ہو گیا تہا تو انکا
اسپر عمل ہوا کہ خلف امام فاتحہ پڑہنا چاہئے سریہ ہو یا جہریہ سکتات مین ہر حال مین
اور وہ فریق اسپر ہی قایم و مستقر رہے اور فخر عالم علیہ السلام نے بہی اُن کو روکا
اور نہ وحی سے اس مین اصلاح کی گئی اور جو لوگ مانع ہین اُنہون نے اس حکم
کو ناسخ و مخصص آیۃ کا نہین جانا بلکہ جانا کہ یہہ رخصۃ قراءۃ فاتحہ کی سکتات مین ہے
کہ جلدی جلدی ادا کر لیوے کہ بعد شروع قراءۃ امام کی پڑہنا منع ہے اور حدیث
لاصلوۃ الخ کو وجہ رخصۃ کے جانا کہ باوجود اسقدر ممانعۃ کی کہ آیۃ سے ثابت ہے
یہہ خاص فاتحہ کی رخصۃ کیون فرمائی حالانکہ سب قران یکسان ہے اسکی کیا خصوصیۃ
ہوئی ورنہ سکتات مین سورۃ بہی جائز رہتی تو اسکی وجہ رخصۃ کی آپنے یہہ فرمائی
کہ فاتحہ کو صلوۃ سے بہت مناسبت ہے اور صلوۃ کے ساتہہ اُسکو ایسی خصوصیۃ ہے
کہ دوسری کسی سورۃ کو اسقدر نہین یہانتک کہ سورۃ فاتحہ کا نام صلوۃ سے تعبیر
کیا گیا ارشاد خداوندی مین جو حدیث قدسی مین واقع ہے قسمت الصلوۃ بینی و بین
عبدی نصفین الخ پس جب اسکو اسقدر خصوصیۃ بالصلوۃ ہے تو اگر سکتات مین اس کو
پڑہ لو تو رخصۃ ہے اور یہہ قدر قلیل آیات ہین محل ثنا مین ختم بہی ہو سکتے ہین اور

غلط قراءۃ امام کی نوبۃ نہین آتی پس یہہ جملہ بیان خصوصیۃ رخصۃ کے لئے ہے نہ بیان
وجوب قراءۃ فاتحہ کے واسطے مقتدی کے حق مین اور وجوب قراءۃ فاتحہ کا
اس حدیث مین ہی منفرد وامام کے واسطے ہے پس یہہ معنی ہوئے کہ تم سکتہ
مین اگر فاتحہ پڑہو تو مین اُس کی نہی نہین کرتا جیسا تم اب کرتے ہو اسواسطے کہ
فاتحہ بہت مؤکد واجب صلوۃ منفرد وامام مین ہے مگر اور سورۃ کو ہرگز نہ پڑہو نہ
سکتات مین اور نہ امام کی قراءۃ کی حالۃ مین اور دلیل رخصۃ فاتحہ کی سکتات مین
نہ حالۃ قراءۃ مین آپ نے خود اس حدیث مین بیان فرمادی ہے بقولہ وانا اقول
مالی ینازعنی القران جو بعض روایات مین اس حدیث عبادہ مین وارد ہے جس سے صاف
معلوم ہوگیا کہ وجہ حرمۃ کی منازعۃ تہی اور پیدا ہے کہ منازعۃ فاتحہ مین ہی موجود
ہے جیسا سورۃ مین ہے مگر فاتحہ کی بہت قلیل آیات ہین سکتہ ثنا وغیرہ مین ہذا
بلامنازعۃ قران کے پڑہ سکتے ہین لہذا رخصۃ کی گنجایش ہے بخلاف دیگر سور کے
مگر معہذا ترک اولی کی طرف اشارہ ہے کہ نہی سے جو اشتنا کیا جاتا ہے اُس مین وجوب
مثل امر کے نہین ہوتا بلکہ اباحۃ ہوتی ہے سو یہان ہی اباحۃ ورخصۃ ہے پس حکم آیۃ کا مثل
سابق اپنے عموم پر ہے کوئی تخصیص اُسمین نہین ہوئی پس اس فریق کے اس فہم وعقیدۃ وعمل کو
ہی تا آخر حیوۃ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رد نفرمایا اور تقریر ہی فرمادی اور نہ وحی آئی
کہ اس امر کی اصلاح کی جاتی تو یہ فریق ہی مصاب ومحق ٹہرایا گیا ہذا یہ واقعہ مثل واقعہ صلوۃ عصر قبی قریظہ
کے ہوگیا بلاتفاوت کہ دونون فریق کی تصویب ہوئی اور دونون کا عمل عنداللہ تعالی کامل ہے
کچہہ فساد کسی مین نہین اور نہ کراہۃ اور بعد اس کے جسقدر روایات ہین کہ جنسے وجوب
فاتحہ معلوم ہوتا ہے فریق مجوز اُن کو عام رکہتے ہین مقتدی کو ہی اور مانعین

خاص کرتے ہین انکو امام و منفرد کے ساتھہ مثلاً عبادہ کی روایۃ جو بدون اس قصہ
کی ہے کہ انمین ہی فریق مانع کے نزدیک مقتدی پر حکم وجوب فاتحہ کا نہین اور
یہہ دوسری روایۃ مطلق مستقل جو امام و منفرد کے واسطے ہے نہ مقتدی کے کیونکہ
اُس روایۃ عبادہ مین معمر نے زہری سے لفظ فصاعداً زیادہ کیا ہے بقولہ لاصلوۃ
لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعداً اور سفیان نے ہی زہری سے یہ زیادۃ فصاعداً
کی روایۃ کی ہے اور یہہ ہی متقرر ہے کہ زیادۃ ثقہ کی حجۃ ہی سو بوجہ اس زیادۃ
کے صاف ظاہر ہے کہ یہہ حکم مقتدی کے نسبۃ نہین کیونکہ مقتدی کو آپ پہلے
سے فاتحہ سے زیادہ پڑہنے کو منع فرما چکے ہین تو بالضرور یہہ حکم مقتدی پر نہو گا
علی ہذا ابوہریرہ کی منادی مین لفظ فمازاد موجود ہے پس یہہ منادی ہی مقتدی
کے حق مین نہین ہوسکتی علی ہذا ابوسعید کی روایۃ مین ہے اُمرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب
وماتیسر تو وہ ہی بحق مقتدی نہو گی اور جن روایات مرفوع یا موقوف مین اجازۃ
مقتدی کو فاتحہ کی ہے وہ بطور رخصۃ کے ہے خواص کے واسطے جو رعایت سکتات
کی کرسکتے ہین اور جو اُن ہی رواۃ سے ممانعۃ ہے وہ عوام کے لئے ہے بسبب
عدم رعایۃ سکتہ کے پس یہہ راے اس فریق کی تقریراً خود شارع علیہ السلام سے
ثابت ہے لہذا ہرگز تارک قراءۃ خلف الامام کی صلوۃ فاسد و ناقص نہو گی جیساکہ
قاری کی نماز مین نقصان نہین کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے اور ہر ایک راے و تاویل
صحابہ اور تقریر فخر عالم علیہ السلام پر حامل ہے کسیکو دوسرے پر گنجایش طعن کی
نہین البتہ مجتہد اور تبعاً انکے علماء اگر ترجیح ایک جانب مین کلام کرین مضائقہ
نہین مگر عوام کو اسمین کلام کرنا ہرگز جائز نہین اور وجہ ترجیح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

تعالے علیہ کی لکھنے کی اس جگہہ ضرورۃ نہین اگرچہ بندہ کے نزدیک رائے امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے کی مرجح ہے مگر یہہ محل اُسکے بیان کا نہین یہان زعم غیر
مقلدین کا مقصود ہے کہ تارک قراءۃ فاتحہ کی نماز کے بطلان کا حکم دیتے ہین
فقط واللہ تعالے اعلم۔

قول دوم وسوم وچہارم غیر مقلد کہتے ہین کہ رفع یدین کرنا رکوع جانے
اور رکوع سے اُٹھنے مین سنۃ غیر موکدہ مستحب ہے اور آمین جہر اخفیہ سے اولی ہے
بوجہ حدیث صحیح کے جہر مین اور ہاتھہ سینہ پر باندھنے کی حدیث ناف کے نیچے
ہاتھہ باندھنے کی حدیث سے صحیح زیادہ ہے۔

جواب یہہ مسایل ثلثہ بہی مثل مسئلہ فاتحہ کے مختلف فیہا صحابہ سے ہین کہ رفع یدین
رکوع جانے اور اُٹھنے مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دائما نہین کیا بلکہ گاہ
کیا اور گاہ ترک کیا اسیواسطے آمین صحابہ علیہم الرضوان دو فریق ہو گئے ایک
فریق نے اسکو مستحب جانا اور آپ کا ترک فرمانا بیان استحباب پر حمل کیا کہ دوام سے
سنۃ موکدہ واجب نہو جائے اور دوسرے فریق نے ترک کو آخر فعل وناسخ سمجھا
اور ہر دو فریق اپنے اپنے فہم وعمل پر آخر عمر تک قایم رہے چنانچہ ترمذی نے اپنے
جامع مین ایک باب رفع یدین کا لکھا اور دوسرا باب ترک رفع یدین کا لکھا اور حدیث
ابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ کی جو حجۃ ترک رفع کی ہے ذکر کرکے کہا قال ابو عیسے
حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ
علیہ وسلم والتابعین وہو قول سفیان الثوری واہل الکوفۃ پس اس سے صاف
ظاہر ہے کہ مذہب ترک رفع کا بہی بہت صحابہ کا ہے اگر ان کو عدم نسخ مع الفعل

احیانا معلوم ہوتا تو کس طرح اس فعل کے ترک کو مذہب ٹھہراتے لہذا معلوم ہو گیا
کہ دونون فریق کا عمل وعلم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقرر ہوکر جاری ہے
اور دونون کی تقریر شرع سے ہو چکی پس مثل قراۃ فاتحہ کی یہہ مسئلہ بھی مختلف فیہا ہے
ایک فریق مستحب کہتا ہے دوسرا ترک کو اولی کہتا ہے اور پھر مجتہدین مین بھی وہی
اختلاف رہا ہر ایک مذہب کو ایک مجتہد نے مرجح ٹھہرا کر اپنا معمول کیا ہے دونون
طرف احادیث صحاح ہین اور ہر دو جانب معمول صحابہ علیہم الرحمۃ ہین پس اب کیا
محل طعن وکلام کا کسیکو ہے فقط واللہ تعالے اعلم سے علے ہذا آمین کے باب مین دونون
طرف حدیث صحیح موجود ہے آمین بھی دو فریق ہین ایک جہر کو اولی کہتے ہین دوسرے
خفیہ کو اولی کہتے ہین اور اصل آمین کہنے کی سنۃ ہونے مین اتفاق ہے آمین بھی
وہی جواب ہے کہ آمین کی جہر واخفا مین صحابہ علیہم الرضوان مختلف ہین اور روایات
حدیث کے مختلف ہین حضرت عمر وعلی وابن مسعود وابی بن کعب وسمرہ رضی اللہ تعالے
عنہم اخفاء کی جانب ہین پس مجتہدین نے کسی ایک قول کو مرجح بناکر اپنا معمول بنایا
ہے اور اُس جانب کو اولی قرار دیا ہے لہذا دونون قول صحیح ہین کہ دونون تقریر
فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے اور عمل صحابہ سے ثابت ہین فقط واللہ تعالے اعلم
علے ہذا ہاتھ سینے پر باندھنا یا زیر ناف دونون مین یکسان احادیث ہین اور صحابہ
کا بھی عمل مختلف ہے بعض کا تحت سرہ اور بعض کا فوق سرہ پر قال الترمذی وررای

بعضہم ان یضعہما فوق السرۃ وررای بعضہم ان یضعہما تحت السرۃ وکل ذلک واسع عندہم
انتہی پھر ہر ایک مجتہد نے ایک ایک جانب کو اولی کہا امام احمد نے دونون کو مخیر فرمایا
پس اب تقلید اجسپر چاہے عمل کرے اور اولی جانے کوی گنجایش رد وقدح کی

نہین البتہ ان جملہ مسایل مین بندہ کے نزدیک راے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے
راجح ہے مگر یہان ذکر اُسکا ضرور نہین کہ اُسمین طول ہے اور غرض ان جوابات سے
غیر مقلدین کا طعن دفع کرنا مجتہدین پر سے مراد ہے کہ وہ سب صحابہ کے طریق پر ہین
اور شارع علیہ السلام کے ارشاد پر عامل ہین فقط واللہ تعالی اعلم۔
قول پنجم غیر مقلدین کہتے ہین کہ فرقہ ناجیہ اہل حدیث ہین اور وہ ہی سنۃ وجماعۃ
ہین لہذا جو مسئلہ فقہ کا خلاف حدیث کے ہو اُسکو ترک کرنا واجب ہے اور چار
مصلے جو مکہ معظمہ مین بنائے ہین وہ سب بدعۃ ہین پس اپنا لقب محمدی وموحد
رکہنا چاہیے نہ حنفی شافعی مالکی حنبلی فقط۔
جواب ان سب جوابون سے جو لکہے گئے ہین سب عام وخاص کو معلوم
ہوچکا کہ جملہ فقہا مجتہدین اور تمام اُنکے مقلدین عامل بقران وحدیث ہین کسینے
کوئی روایۃ حدیث کی محل اختلاف مین مرجح فرمائی اور اُسپر عمل کیا کسینے دوسری
روایۃ پر عمل کیا مگر سب عامل بقران وحدیث ہین اور سب خلاف قران وحدیث کو
مردود فرماتے ہین پس جملہ محدثین وفقہا عامل کتاب اللہ تعالی وسنۃ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ہین اور وہ سب فرقہ ناجیہ وسنۃ وجماعۃ سے ہین کہ حدیث
صحیح مین وارد ہوگیا ہے بیان فرقہ ناجیہ مین کہ جب پوچہا صحابہ علیہم الرضوان نے
کہ وہ کون ہین فرمایا آپ نے ما انا علیہ واصحابی الحدیث پس صحابہ کا طریق اور اُنکا
اتباع ہی راہ نجاۃ ہے اور وہ ہی فرقہ ناجیہ ہے لہذا جملہ مجتہدین اور اُن کی
اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ ہوگئی بحکم حدیث صحیح البتہ جو
جہال کہ محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کی جوش تعصب مین طعن وتشنیع کرتے ہین یا جو

عامل بحدیث بزعم خود ہو کر فقہاء و مجتہدین راسخین پر سب و شتم کرتے ہین اور فقہ
کے مسائل مستنبطہ عن النصوص کو بنظر حقارۃ دیکھکر زشت و زبون جانتے ہین وہ
لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہل سنۃ اور متبع ہواے نفسانی اور داخل گروہ اہل ہوا کی ہین فقط
اور لاریب جو مسئلہ خلاف سب نصوص کے ہے وہ باطل اور ترک اُسکا واجب ہے
اور اُس کی بحث جواب قیاس بمقابلہ نص مین گذر چکی ہے کہ ایسا مسئلہ کہ جملہ نصوص
کے مخالف ہوا ور کسی نص کی عبارۃ یا دلالۃ یا اشارۃ سے ثابت نہوا ور کلیات
دین کے خلاف ہو وہ باطل ہوتا ہے نہ یہہ کہ کسی ایک دو حدیث کے مخالف
جہلاء کو معلوم ہوتا ہوا ور فی الواقع دوسری نص کے موافق اور مستنبط کلیہ دین سے
ہو وہ بھی واجب الترک ہو معاذ اللہ نہین بلکہ وہ عین نص کے حکم مین ہوتا ہے
پس ایسا مسئلہ کتب فقہ متاخرین مین کوئی شاذ نادر ہوگا کہ جملہ نصوص کے مخالف ہو
ورنہ بہت مسایل ارشاد صحابہ علیہم الرضوان کے جہال کے نزدیک مخالف نص
ہو کر مردود ٹھہرینگے جیسا مسئلہ عدم نقض الوضوء مماست النار کا کہ حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالے عنہما نے بمقابلہ حدیث مروی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے
فرمایا تھا رد ہوگا معاذ اللہ اور یہہ کام ہر حیوان لایعقل کا نہین کہ مشکوۃ کا ترجمہ دیکھکر
مسایل فقہ پر حکم مخالفۃ نصوص کا کیا کرے جیسا اس زمانہ پر آشوب مین یہ اعضال شایع
ہوا ہے کہ ہر بے علم دو چار حدیث سیکھکر مجتہد بن گیا ہے اور علماء پر طعن کرتا ہے
پس ایسے ہی موقع پر قول مولوی محمد حسین صاحب پیش نظر ہو جاتا ہے کہ
فرماتے ہین کہ پچیس برس کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ
مجتہد بن بیٹھتے ہین آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہین انتہی سچ ہے ایسے نادانون کا یہہ

حکم ہے اعاذنا اللہ تعالے و جمیع المسلمین فقط

آ د ر حنفی اور شافعی القاب مین کوئی گناہ یا کراہتہ نہین کیونکہ یہہ سب مجتہدین محمدی ہین کہ متبع سنتہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہین سو جو حنفی ہے مثلا وہ موحد ہی ہے اور محمدی ہی ہے اور حنفی کے یہہ معنے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے کو وہ اعلم و افضل جانتا ہے اور دیگر ائمہ کو ہی علے الحق عقیدہ رکہتا ہے اور علی ہذا شافعی وغیرہ اور یہہ لقب برابر علماء اہل حق مین قدیم سے شائع رہا ہے بلا نکیر کیسنے اسپر اعتراض نہین کیا اور خیر القرون مین ہی باین معنی تلقب ثابت ہوا ہے کہ علوی اُس شخص کو بولتے تہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کو افضل جانتا تہا اور عثمانی اُسکو کہتے تہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو افضل جانتا تہا چنانچہ صحیح بخاری مین یہہ لقب باین معنی موجود ہے پس جب نظیر اُسکی موجود ہے تو اسپر اعتراض کرنا اور اُسکو بدعتہ جاننا کام اہل علم کا نہین البتہ عوام نادان اپنی جہل کے سبب ایسے کلام کیا کرتے ہین آخر لقب محمدی کرنا ہی تو خود اس ہی فرقہ کا ایجاد ہے کس حدیث سے اسکا حکم جواز استخراج کر سکتے ہین اور اگر وہ اس لقب کو بوجہ اتباع فخر عالم علیہ السلام کے بتاتے ہین تو چونکہ صحابہ فخر عالم کے اعمال مختلفہ سے ابو حنیفہ و شافعی وغیرہما مجتہدین علیہم الرحمہ نے اپنا مذہب حق مقرر کیا ہے تو حنفی ہونے کا لقب ہی اُسپر قیاس کر لیجے کہ بوجہ اتباع ابو حنیفہ و شافعی کے ٹہرا ہے اور اتباع ائمہ نہین مگر اتباع صحابہ و فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کا پہر اس تلقب مین کیا عجب ہو سکتا ہے فقط واللہ تعالے اعلم۔

الجواب چار مصلے جو مکہ معظمہ مین مقرر کئے ہین لاریب یہہ امر زبون ہے کہ تکرار جماعات

وافتراق اُس سے لازم آگیا کہ ایک جماعۃ ہونے مین دوسرے مذہب کی جماعۃ بیٹھی ہتی ہے اور شریک جماعۃ نہین ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے این مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علماے متقدمین سے بلکہ کسی وقت مین سلطنۃ مین کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہین کرتا پس یہ طعن نہ علماے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعۃ کے ہوئے فقط واللہ تعالے اعلم

قول ششم غیر مقلدین کہتے این کہ تقلید ایک امام کی باطل ہے اور تقلید شخصی ایک امام کی واجب جاننا شرک ہے آیا یہہ قول اُن کا حق ہے یا باطل بینوا توجروا۔

جواب اول جاننا چاہیے کہ تقلید اس کو کہتے این کہ کسیکے قول کو بدون اُسکی دلیل سمجھنے کے قبول و معمول کرلیوے تو سنو کہ تقلید کی دو نوع مین ایک نوع یہ ہے کہ مقلَد کے قول پر کوئی حجۃ شرعیہ ہرگز ہو بلکہ مخالف حکم حق تعالے کے ہو محض ظن و تخمین مقلِد کا ہو اور اُس کو قبول کرلیوے باوجود مخالفۃ کے جیسا رسوم جاہلیۃ پر مشرکین عرب جمے ہوئے تھے اور سواے ہذا وجدنا علیہ آباءنا کے کوئی دلیل نہ رکھتے تھے اور بمقابلہ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی آبائی رسوم کو ضروری جانتے تھے سو یہہ نوع تو شرک ہے باتفاق جملہ علماے امۃ کے اور جہان قران و حدیث و اقوال علما مین تقلید کا شرک ہونا وارد ہے یہی نوع مراد ہے دوسری نوع یہ ہے کہ مومن ناواقف کسی مسئلہ شرعیہ سے اُس مسئلہ کو کسی عالم معتبر سے پوچھے اور عالم اُسکا جواب خواہ صریح نص سے یا اشارۃ و دلالۃ سے استنباط کرکے دیوے اور دلیل اُس مسئلہ کے سایل کو نہ بتاوے اور وہ سایل بدون دلیل سمجھنے کی اُسکو قبول کرکے عامل ہو پس یہان ہر اہل عقل پر روشن ہے کہ مسلم نے جو مسئلہ عالم معتبر سے پوچھا ہے تو وجہ یہی ہے

کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ یہ عالم حکم حق تعالےٰ لے سے جو اس واقعہ مین ہے ماہر ہے
اور مجکو اُس حکم حقتعالیٰ سی ہی مطلع کرتا ہے ہرگز کوئی حکم خلاف حکم شرع کے نہ بتاویگا
بلکہ جو حق ہے وہ ہی بتاوے گا ورنہ اگر اُسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ عالم خلاف
شرع حکم بتاتا ہے تو ہرگز اُس کے پاس ہی نہ جاوے اور نہ اُس کے جواب کو
کچھہ اصل جانے چنانچہ عوام کا حال مشاہد ہے کہ جس عالم کو صاحب غرض نفسانی
جانتے ہین اُس سے مسئلہ ہرگز نہین پوچھتے اور اُس کے حق مسئلہ کا ہی اعتبار نہین
کرتے تو نہ اس سایل کی غرض سواے حکم حق تعالےٰ کے دریافت کرنیکی ہے اور نہ
عالم بجز حکم حقتعالےٰ کے اپنے نزدیک بتاتا ہے تو یہہ تقلید حق ہے اور زمانہ صحابہ
علیہم الرضوان سے لیکر آج تک اہل علم وایمان مین شائع ذائع ہے اور یہ نوع تقلید
بحکم کتاب اللہ تعالےٰ وسنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرض ہے قال تعالیٰ فاسئلوا
اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون اس آیۃ مین لفظ فاسئلو صیغہ عام ہے کہ تمام افراد امۃ کو جسکو
علم نہو سوال کرنے کا عالم سے بحکم بصیغہ امر ہوا ہے جو فرضیۃ کا ثبوب کرتا ہے اور
لفظ اہل الذکر کا اسم جنس ہے کہ واحد اور جمع پر اسکا اطلاق لغۃ مین ہوتا ہے تو یہ حکم
سبکو ہوا کہ جس اہل ذکر سے چاہو پوچھہ لو خواہ وہ تمہارا مسئول عنہ واحد ہو ہر ہر مسئلہ
مین خواہ متعدد ہون کہ کوئی مسئلہ کسی سے پوچھہ لو اور کوئی مسئلہ کسی سے پہلی صورۃ کو
تقلید شخصی کہتے ہین کہ ایک شخص واحد کا مقلد ہو کر سب ضروریات دین اُس سے ہی
حل کرے اور دوسری صورۃ کو تقلید غیر شخصی کہتے ہین کہ اپنی حل مشکلات دینی کو ایک
شخص پر منحصر نہین کیا بلکہ جس سے چاہا پوچھہ لیا دونون فرد تقلید کے داخل مطلق تقلید
مین ہین جو آیۃ فاسئلوا الخ سے فرض ہوئی ہے کہ مطلق کے سب افراد فرضیۃ مین مساوی

ہوتے ہین اور جس کسی فرد پر عمل کرے دوسری فرد پر عمل کرنا واجب نہین رہتا بلکہ امتثال امر سے فارغ ہو جاتا ہے پس آیۃ نے مطلق تقلید کو فرض کیا اور عمل کرنیکا دونو فرد پر جسپر چاہے مختار فرما دیا علےٰ ہذا حدیث صحیح مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انما شفاء العی السوال الحدیث مطلق سوال کو شفا نا واقف کی فرماتی ہین خواہ سوال تمام ضروریات کا ایک عالم سے ہو یا متعدد علماء سے جس سے دونون نوع تقلید مطلق مفروض کی معمول و مفروض ہوتی ہین اور سوا اسکے سب آیات واحادیث سے یہ ہی اطلاق معلوم ہو کر ہر دو قسم تقلید کی مامور و مفروض ہین کہ جسپر چاہے عامل ہو کوئی فرد ممنوع نہین ہو سکتے کیونکہ کوئی عاقل ادنے فہم وعقل والا ہی نہین کہہ سکتا کہ مفروض مطلق کی کوئی فرد بدعۃ و شرک وحرام ہو یہ کام تو مجنون لا یعقل کا ہے کہ مامور کی افراد کو حرام بتادی کیونکہ شرک ضد فرض کی ہے پہر فرض کے تحت شرک کس طرح مندرج ہو سکتا ہے کہ یہ محال ہے عقلا ونقلا اور بعض بے علم جو کہتے ہین کہ یہ آیۃ اہل کتاب سے پوچھنے کے باب مین نازل ہوئی لہذا اہل الذکر سے وہی مراد ہین نہ دیگر علماء تو یہ قول اُن کا محض جہالۃ ہے قاعدہ دین سے کہ باتفاق تمام امۃ کے اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ خصوص مورد کا تو اگرچہ نزول اسکا سوال اہل کتاب کے باب مین ہے مگر الفاظ بعمومہ سوال جملہ علماء کو واجب کرتے ہین اسی واسطے کسی محدث و مفسر و عالم و فقیہ وغیر فقیہ نے اس آیۃ کو مقصور سوال اہل کتاب پر نہین کیا بیضاوی مین ہے وفی الآیۃ دلالۃ علی وجوب المراجعۃ الی العلماء فیما لا یعلم انتہی پس ان جہال کا قول قابل تعویل نہین کہ محض جہالۃ ہے اور جاہل کو عالم سے پوچھنا اسلئے قیام القیمۃ فرض اس آیۃ سے ہو گیا ہے علےٰ ہذا دوسری آیۃ یا ایہا الذین آمنوا

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولے الامر منکم الخ تقلید واطاعۃ علماء کو فرض کرتی ہے
کہ لفظ اولے الامر کا بعمومہ خلفاء وعلماء وفقہاء سبکو شامل ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ
تعالے عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہ اور عطاء اور مجاہد اور ضحاک اور
ابوالعالیہ اور حسن بصری وغیرہم صحابہ وتابعین وتبع تابعین نے اولوالامر فقہا وعلماء
کو ہی فرمایا ہے اور مولوی صدیق حسن خان مرحوم رئیس عالمین بالحدیث اپنی تفسیر مین اور
قاضی شوکانی اور ابن کثیر اور بیضاوی اور مدارک وغیرہا تفاسیر مین یہ معنے اولی الامر
کے قبول کرتے ہین پس یہ آیۃ ہی بعمومہ مطلقا تقلید کو فرض کرتی ہے بہرحال اتباع
علماء کا غیر عالم پر فرض ہے اور اتباع وتقلید کے معنے واحد ہین قال تعالے اتبعوا
ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء الخ کتاب اللہ منزل من اللہ تعالی ہے
اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بہی منزل من اللہ تعالے ہے حکماً لقولہ
تعالے ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی وقال تعالے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما
نہاکم عنہ فانتہوا اور استنباطات مجتہدین علیہم الرحمہ کے ہی منزل من اللہ تعالے ہین
کیونکہ جو کچہہ اشارات ودلالات نصوص سے مستخرج ہے وہ عین حکم نص کا ہوتا ہے
کہ یہ امر مقرر ہے کہ قیاس مظہر حکم کا ہوتا ہے نہ مثبت حکم کا پس جو کچہہ مجتہد نے استنباط
فرمایا وہ عین حکم حقتعالے کا ہے پس اس آیۃ نے سب افراد امۃ کو حکم کتاب وسنۃ کا
جو صریح معلوم ہو یا باستنباط ہو قبول کرنا فرض کر دیا ہے لہذا اس سے کسی اہل ایمان کو
انحراف نہین ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ ظاہر کتاب وسنۃ سے سب مسایل معلوم نہین
ہوسکتے ہزارہا جزئیات مسایل ہین کہ قیامۃ تک واقع ہوتے چلے جاتے ہین
اگر حکم قیاس واجتہاد کا نہوتا تو کیونکر جواب واقعات کا دریافت ہوسکتا تہا یہ کام ہر ایک

عامی کا تو نہین اس ہی واسطے حق تعالے فرماتا ہے ولو ردوہ الی الرسول والے
اولے الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم الخ قال المفسرون اولوا الامر ہم اہل العلم والبصر
والعقول الراجحۃ قال الشوکانی والنواب صدیق حسن خان وفے ہذہ الآیۃ اشارۃ الے
جواز القیاس وان فی العلم مایدرک بالنص ومنہ مایدرک بالاستنباط وہو القیاس علی الکتاب
والسنۃ انتہی اور بخاری نے اپنی کتاب مین باب ضبط کیا ہے باین ترجمہ باب من شبہ
اصلا معلوما باصل مبین پس یہ ہی قیاس اور استخراج مسایل ہے کہ تعلیم امۃ کے واسطے
شارع علیہ السلام نے کیا ہے اور ان مسایل کا قبول خود تقلید مجتہد کی ہے پس تقلید
مامور مفروض کو شرک کہنا خود مشرک بننا ہوتا ہے کہ بمقابلہ حکم قطعی کے اپنی راے
فاسد سے حکم لگاتا ہے کہ حقتعالی جسکو فرض فرماوے یہ لوگ اسکو شرک کہتے ہین معاذ اللہ
اور وہ جو ذم قیاس مین مشہور ہے کہ اول من قاس ابلیس تو پہلے جواب مین اس کا
جواب لکھا گیا ہے مگر اب مکرر لکھتا ہون کہ خوب مستحضر رہے وہ قیاس مذموم ابلیس کا
خلاف حکم نص قطعی کے معارض حکم قطعی حقتعالے کے تہا کہ جب حق تعالے نے
خلق آدم علیہ السلام کی خبر دی بقولہ انے جاعل فے الارض خلیفہ اور ملائکہ نے اپنے
اپنی شبہات عرض کی اور جواب حاصل کر کے مطمئن ہو گئے تو قطعا معلوم ہو چکا تہا
کہ خلیفہ کامل زمین مین پیدا ہوگا اور وہ افضل خلق ہووے گا اور بعد پیدا ہونیکے
تعلیم اسمار فرما کر ملائکہ پر صاف واضح کر دیا تہا کہ وہ اعلم سب سے ہے پس جب حکم فرمایا
کہ آدم کو سجدہ کرو تو یہ حکم محکم قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ تہا کہ کوئی گنجایش مجاز و تاویل کی
اسمین باقی نہ تہی قال تعالے واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم الخ لہذا جملہ ملئکہ فورا سجدہ مین گئے
مگر ابلیس پلید نے اپنی راے فاسد سے قیاس باطل بنایا کہ انا خیر منہ خلقتنی من نار

وخلقتہ من طین اور ساففضل کا سجدہ کرنا ادون کو لایق حکمۃ نہین پس یہ قیاس باطل بمقابلہ
نص تہا اور ایسا قیاس ہر روز قیاس شیطانی اور شرک ہوتا ہے اور ایسے ہی قیاسات
کی تقلید شرک ہے نہ وہ قیاس کہ موافق قواعد شرعیہ کے ہوا ور استنباط اُسکا نصوص
سے کیا جاوے کہ وہ عین محمود و مامور ہے لہذا قیاس علماء کو قیاس شیطانی کے
مساوی کرنا خود قیاس ابلیس کا ہے تو ہم کہہ سکتے این کہ تقلید مفروض کو شرک کہنا
قیاس ابلیس کی قسم سے ہے اور یہ قیاس علماء مجتہدین کا قیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی نوع مین داخل ہے جیسا حدیث مین وارد ہے کہ کسی عورۃ نے پوچھا تہا
کہ یارسول اللہ میری بہن مرگئی اور اُسپر دو ماہ کی صیام این پس آپنے فرمایا ارایت
لو کان علے اختک دین اکنت تقضینہ قالت نعم قال فحق اللہ احق الحدیث کہ دین حقتعالے
کو دین عباد پر قیاس کرکے فہمایش کر دیا اور قیاس کرنے کا طریق علماے امت کو تعلیم
فرمادیا پس قیاس علماء کا حق اور قیاس ابلیس کا باطل اور تقلید قیاس علماء کی فرض اور
تقلید قیاس ابلیس کے شرک ہے پس جو شخص قیاس علماء کو قیاس ابلیس کہے وہ خود ابلیس ہے
اور جو قیاس علما کی تقلید کو حرام و شرک کہے وہ خود مشرک ہے اور مخالف ہے حکم
حقتعالے کا اور اگر عالم نے سعی اجتہادین کی اور خطاء ہوگئی تاہم مثاب ہوتا ہے
قال علیہ السلام فان اصاب فلہ اجران وان اخطا فلہ اجر واحد الحدیث پس ہرچند
عند اللہ محل اختلاف مین حق واحد ہوتا ہے مگر عمل مین سب حق ہوتے این جسپر چاہے
عمل کرے اور جس عالم سے چاہے پوچھے ایک سے یا متعدد سے دونون حق ہاین
اور مسئلہ بتانا بدون دلیل کے اور اُسپر عمل کرنا صحابہ سے آج تک شائع ہے بلانکیر
کہ وہ عین تقلید ہے چند نظیر اُس کی بخاری سے لکہتا ہون فے البخاری قال جابر

ابن عبداللہ اذا ضحک سے فی الصلوۃ اعاد الصلوۃ ولم یعد الوضوء۔ وعصر ابن عمر بثرۃ فخرج

منہا دم فلم یتوضا وقال الحسن ان اخذ من شعرہ واظفارہ او خلع خفیہ فلا وضوء علیہ

وقال طاؤس ومحمد بن علی وعطاء۔ واہل الحجاز لیس سے فی الدم وضوء۔ اور دیگر مسایل بہت اس قسم کے ہین کہ محض قول وفعل علماء کے بلادلیل منقول ہین اور وہ برابر علماء محدثین کے نزدیک مقبول ومعمول ہین کوئی اُسپر طعن وانکار نہین کرتا پس اسوقت کے مدعیان عمل بالحدیث پر افسوس ہے کہ تمام امۃ کو کافر مشرک بناکر خود مشرک کافر بنتے ہین اور کچھہ خبر نہین ہوتی ایسے ہی لوگون پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا قول چسپان ہوتا ہے کہ اُن کو خوب مشاہدہ وتجربہ ان جہلاء کا ہوا ہے الحاصل وہ تقلید شرک نوع اول جو قیاس ابلیس کی قسم سے وہ خواہ شخصی ہو خواہ غیر شخصی ہر دو قسم حرام و شرک ہے بلاریب اور یہ تقلید نوع ثانی مفروض جو مامور شارع علیہ السلام ہے بہر دو قسم خود کہ شخصی وغیر شخصی ہے فرض ومامور ہے شرک کو فرض سے تمیز نکرنا کام لایعقل کا ہے اور دونون کا حکم یکسان جاننا جہل عن الشرع ہے اور کسی نص مین وارد نہین ہوا کہ مسؤل عنہ سے بادلیل مسئلہ پوچھو بلکہ مطلق سوال کا حکم ہے سب آیات واحادیث کو دیکھہ لیوین پس قید بدلیل پوچھنے کی اپنی طرف سے اضافہ کرنا حکم مطلق حقتعالے کو مقید کرنا بالراے اور بعض افراد کو منسوخ کرنا بقیاس فاسد ہے جو سراسر باطل ہے بعض

قاصرین کو یہ شبہہ آیہ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون بالبینت والزبر سے ہوا ہے کہ بالبینات کو فاسئلوا سے تعلق کا خطرہ اُنکو واقع ہوا ہے مگر یہ سے فی الواقع تحریف معنوی ہے اور اصل مراد کا بدلنا ہے جسکے بیان مین طول ہے اور یہ موقع اُسکا نہین اسیواسطے کسی مفسر نے بالبینات کو فاسئلوا کے متعلق ہونا نہین لکھا حالانکہ جملہ احتمالات

متعلق کے ظاہر کیے ہین چنانچہ اہل علم پر کتب تفسیر کو دیکھکر واضح ہوجاوے گا اور یہ
قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ اور دیگر ائمہ علیہم الرحمہ سے جو مشہور ہے کہ
انہون نے فرمایا ہے کہ ہمارے قول کو بوجہ مخالفۃ حدیث کی ترک کر دیا کرو اور
اس قول سے غیر مقلدین رد تقلید پر دلیل لاتے ہین تو واضح ہو کہ یہ نہایۃ کم فہمی ان
لوگون کی ہے کیونکہ اول بندہ لکھہ چکا ہے کہ جو قیاس مخالف جملہ نصوص کا ہوتا ہے
وہ باتفاق فاسد ہے تمام امۃ کے علماء کے نزدیک پس ائمہ علیہم الرحمہ نے اپنے
تلامذہ کو جو بڑے عالم متبحر و محدث کامل تھے فرمایا تھا کہ اگر تمکو ہمارے قیاس کا فساد
و مخالفۃ نصوص سے معلوم ہو تو اُس کو رد کر دینا ہمارا ادب و خیال کچھہ مت کرنا
تو یہ وجہ تھی کہ مجتہد سے خطاء بھی ہوجاتی ہے اور اگر بعد سعی وجد کے خطاء ہوگئی
تو پھر اُس کو ایک اجر ملتا ہے چنانچہ حدیث سے ثابت ہوچکا اور مجتہد سے خطاء
بھی اسی طرح ہوتی ہے ورنہ معاذ اللہ جان کر کون متدین خلاف حدیث کے
کہتا ہے پس اگر خطاء بتحقیق معلوم ہوجائے تو اُسکو رد کرنا ضرور ہے پس اُن کے اس
قول سے یہ ہی ثابت ہوا کہ جس قول مین ہماری خطاء معلوم ہوجائے اُس کی تقلید
مت کرنا اور جس مین ہماری خطاء ثابت نہو اُسکی تقلید ضرور ہے کیونکہ وہ عین حکم اللہ
تعالے کا ہے عند المجتہد اور نزدیک اُس کے مقلد کے مگر یہ تو نہین فرمایا کسی ایک
عالم نے بھی کہ اگرچہ ہمارا قول ایک دو حدیث کے موافق ہو اور ایک حدیث کے
مخالف ہو جب بھی ترک کر دینا کہ یہ تو ہرگز حلال نہین اسواسطے کہ مجتہد وقت اختلاف
احادیث کی کسی وجہ ترجیح سے ایک جانب کو مرجح کرکے حکم فرماتا ہے پس
اُس نے جب ایک حدیث کو کسی وجہ سے مرجح کرکے اُسکے موافق فرمایا تو اُسکا

رد کرنا عین حدیث کا رد کرنا ہوتا ہے اور یہ کسی متدین کے نزدیک حلال نہین پس
ان لوگون کا اس قول سے کیا مطلب حاصل ہوتا ہے اس واسطے کہ اقوال مفتی بہا
امام ابو حنیفہ کے مثلا یا دیگر ائمہ علیہم الرحمہ کے سب ایسے ہی ہین کہ اگر ایک حدیث
کے مخالف بظاہر معلوم ہوتے ہین تو دوسری نص کے مطابق ہین تو کسی کو کب گنجایش
اُس کے رد کی ہے کہ انکار د تو عین قول خدا تعالی یا قول رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کا رد ہوگا لہذا یہ لوگ محض کم فہمی کی بات کرتے ہین کہ نہ ان کو سلیقہ ترجیح کا
نہ ان کو نظر جملہ نصوص پر محض سنی سنائی احادیث یا ترجمۂ مشکوۃ کو دیکھکر عامل بالحدیث
ہوگئے تو ایسے جہال کو تو اجازۃ اپنے قول کے رد کی انہون نے نہین دی تھی کہ نہ تمیز ناسخ
منسوخ کی رکھتے ہین نہ صحیح سقیم کی نہ وجہ مخالفۃ کی خبر نہ وجوہ ترجیحات سے مطلع نہ وجوہ
دلالات سے واقف نہ علل نص سے آشنا نہ محاورات کلام عرب کی فہم کا حوصلہ نہ جملہ
مرویات کا احاطہ نہ فہم کتاب وحدیث کا سلیقہ جو عمل بالحدیث کے واسطے ضروری
ہے کہ بدون اُسکے تقلید واجب ہے کسی عالم کی پس قیامت ہے کہ ایسے
نا اہل ائمہ کے قول کو اپنی فہم سے ترک کرکے عامل بالحدیث ہون ایسی حالۃ مین تو
خود قران وحدیث کے ہے ضمنا وہ راد و مکذب ہوجاتے ہین اور عناد ائمہ اور اپنے
اجتہاد نا صواب کے زعم مین اپنے ایمان ہی کو سلام کر بیٹھتے ہین چنانچہ مولوی محمد حسین
صاحب کے کلام سے پہلے ہم نقل کرچکے ہین الحاصل یہہ فرمانا ائمہ کا اپنے وقت کے
علماء متبحرین حاضرین کو تھا یا بعد کے بھی علماء کو مگر اُن کو ہی کہ احاطہ اخبار اور درجہ اجتہاد
و ترجیح رکھتے ہون نہ جہلاء کو کہ علم و فہم سے عاری ہون سو اس قول کو حجۃ عدم جواز
تقلید کے لانا کمال سفاہۃ ہے بلکہ یہ تو حکم تقلید کا ہے فرمایا تھا کہ ہمارے اقوال کی تقلید

کرنا کہ ہمنے عین نصوص کا ہی مطلب ظاہر کیا ہے مگر اہل اجتہاد عالم کو اگر خطا ہماری
معلوم ہو جاوے اُنکی تقلید نکرے نہ یہ کہ جہلا ہی اپنی فہم ناصواب سے زبان درازی
کرین پہر وہ کونسا مسئلہ ہے کہ اُس پر کسی نص سے کوئی صراحۃ دلالۃ اشارۃ نہین الا ماشاءاللہ
بلکہ سب مسایل پر علما مقلدین نے بحث وکلام کرکے محقق فرمایا ہے اگرچہ جہلا کو
خبر نہین بہر حال اس قول سے رد تقلید نہین ہونا بلکہ اثبات تقلید کا ہوتا ہے خداتعالے
ہدایۃ فرماوے ایسے کم فہمون کو الحاصل تقلید مطلق جو شخصی اور غیر شخصی دونون کو شامل
ہے کتاب وسنۃ سے ثابت ہوئی اور کہین کتاب وسنۃ مین حکم نہین فرمایا کہ عالم
سے سوال کا جواب بلا دلیل قبول ومعمول نہ کرین اور اسپر صحابہ علیہم الرضوان کے عہد
مین عمل درآمد رہا کہ سایل نے سوال کیا اور اُسکا جواب حسب حال سایل کے بادلیل یا
بلا دلیل دیا گیا اور سایل نے اُسپر عمل کیا حجۃ اللہ البالغہ مین شیخ شیوخنا شاہ ولی اللہ
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین وکان ابن عباس بعد عصر الاولین فقاہتہم فی کثیر
من الاحکام واتبعہ فی ذلک اصحابہ من اہل مکۃ ولم یاخذ بما تفرد جمہور اہل الاسلام انتہی
اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جب مکہ مین اقامت
فرمائی تو بہت سے مسایل مین دیگر بعض صحابہ سے خلاف فرمایا اور اُن کی فتادی کو
اہل مکہ نے قبول کرکے عمل کیا تو محل خلاف صحابہ مین ایک ابن عباس کے قول پر
عمل کرنا نہ دیگر اقوال پر تقلید شخصی ہے کہ محل اختلاف مین فقط ابن عباس کے اقوال کو
معمول رکہا اور فرماتے ہین ثم انہم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحیۃ
من النواحی وکثرت الوقائع ودارت المسائل فاستفتوا فیہا فاجاب کل واحد حسب
ماحفظہ او استنبط وان لم یجد فیما حفظہ او استنبط مایصلح للجواب اجتہد برایہ الخ اس عبارۃ سے

ہی واضح ہوا کہ صحابہ نے جس موضع مین اقامت فرمائی اور کثرۃ وقائع مین سوال اُنسے کیا گیا تو محفوظ یا مستنبط سے جواب دیا ورنہ اپنے اجتہاد سے حکم دیا تو یہ جوابات اجتہادیہ و مستنبطہ کا فرمانا اور سائلین کا قبول کرنا تقلید ہے اور اُس ہی صحابی مقیم بلد سے سب اپنی وقائع کا پوچھنا اور قانع ہونا تقلید شخصی ہے اور فرماتے این وکان ابراہیم واصحابہ یرون ان ابن مسعود واصحابہ اثبت الناس فی الفقہ کما قال علقمۃ لمسروق ہل احد منہم اثبت من عبد اللہ انتہی اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ابراہیم و اصحاب اُنکے عبد اللہ ابن مسعود اور اُنکے اصحاب کو رضی اللہ تعالے عنہم محل اختلاف مین مرجح رکھتے تھے اور اُن کی فقہ کے مقابل دوسرے کو نہ مانتے تھے یہ تقلید شخصی نہین تو کیا ہے کہ ایک عالم کو علم اور افقہ جان کر اُسکے مقابلہ مین دوسرے کے حکم کو معمول نہ کرے جیسا حنفیہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اور شوافع شافعی علیہ الرحمہ کو مثلا جانتے این اور یہ ہی کتب احادیث سے واضح ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم نقل حدیث سے بہت احتیاط و اجتناب کرتے تھے مگر لجم من سئل عن علم علمہ ثم کتمہ الجم یوم القیمۃ بلجام من نار الحدیث جواب مسئلہ سے انکار نکرتے تھے تو بالضرور جواب اُنکے محض جواب سوال کے ہوتے تھے بلا دلیل جسکو تقلید کہتے این اور بابیان حجۃ نہین ہوتی تہی اکثر کیونکہ نقل حدیث سے وہ خود ڈرتے تھے سنن ابن ماجہ مین منقول ہے عن عمرو بن میمون قال ما اخطار فی ابن مسعود عشیۃ خمیس الا اتیتہ فیہ قال فما سمعتہ یقول لشئے قط قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے کہ فرمایا کبرنا ونسینا والحدیث عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شدیدا اور شعبی فرماتے این جالست ابن عمر سنۃ فما سمعتہ یحدث عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شیئا الحدیث ان احادیث سے صحابہ کا فتوے

دنیا واقعات مین اور نہ نقل کرنا احادیث کی روایات کو ہرہر جواب مین جب معلوم
ہوگیا تو اب تقلید صحابہ کے قول کی کرنا اور صحابہ کا اُسکو جائز رکہنا اور رہر اہل بلد کا اپنے
اپنے صحابی مقیم بلد سے ہی پوچہکر قناعت کرنا اگر تقلید شخصی نہین تو کوئی عاقل کہے کہ کیا ہے
پہر تقلید شخصی خیر القرون مین نہوینگی نہ معلوم کہ جہال زمانہ کے نزدیک کیا معنے ہوگئے
مگر ہان اُسوقت مین جیسے شخصی جاری تہی غیر شخصی بہی معمول تہی اسکا انکار کوئی نہین کرسکتا
کہ وہ زمانہ خیر وصلاح کا تہا اور ہوای نفس سے وہ قرون خالی تہی اس غیر شخصی سے کچہ بہی
نہ فساد تہا نہ اندیشۂ فساد اور بسبب ہردو نوع تقلید کے مامور من اللہ تعالے ہونیکی
ایک کو مغنی دوسری سے جانا جاتا تہا کسیکو کسیپر اعتراض نہ تہا پہر بعد اُسکے طبقۂ تابعین
اور تبع تابعین مین قیاس واجتہاد کا زور شور وشیوع خود مثل روز روشن کے سبکو
معلوم ہے کہ امام صاحب علیہ الرحمہ تابعی ہین علے التحقیق اُنکی ولادة سن اسی ہجری مین
اور انتقال یکصد وپنجاہ سال مین ہوا اس اثنا مین اُن کی استنباطات اور ہزار ہا آدمی
کا اقتدا اُن کی مسائل کا معلوم ہر خاص وعام کو ہے اور امام مالک علیہ الرحمہ
سن نوّے مین پیدا ہوئے اور ایکسو اُناسی مین انتقال فرمایا اس درمیان اُن کے
اجتہاد کا چرچا رہا اور ہزار ہا لوگون نے اُنکی تقلید کی اور امام شافعی علیہ الرحمہ ایکسو پچاس
مین پیدا ہوئے اور دوسو چار مین انتقال فرمایا اس کے درمیان اُن کی تقلید
ہزار ہا لوگون نے کی اور امام احمد علیہ الرحمہ ایکسو چونسٹھ مین پیدا ہوئے اور دوسو
اکتالیس مین انتقال فرمایا اُن کی تقلید ہزار ہا آدمیون نے کی اور سوائے اس کے
سفیان ثوری اور ابن ابی لیلی اور اوزاعی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالے علیہم اجمعین بہی
مجتہد ہوئے اور ہزار ہا آدمی اُن کے مقلد ہوئے مگر بالآخر سب مذاہب مندرس ہوکر

یہ چار مذہب عالم مین شائع ہوئے اور آج تک جاری ہین اور اور کروڑون علما،
فقہا، ومحدثین ان کی تقلید کرتے تھے پس ہر کو بصیرت پر روشن ہو جاتا ہے کہ
خیر القرون مین تقلید شخصی اور غیر شخصی دونون بلانکیر جاری رہی اور صحابہ وتابعین
وتبع تابعین کی طبقات مین کسینے شخصی کو حرام یا شرک یا مکروہ یا بدعۃ نہین کہا اور
کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس امر کو کتاب وسنۃ فرض وواجب فرما دے اُسکو کوئی
اہل حق رد کرے یہ کام بدون بددین جاہل کے کوئی نہین کر سکتا جناب شاہ
ولی اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہین ان ہذہ المذاہب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ
قد اجتمعت الامۃ ومن یعتد بہ منہا علے جواز تقلیدہا یومنا ہذا وفے ذلک مصالح
مالا تخفی لاسیما فے ہذہ الایام التی قصرت الہمم جدا واشربت النفوس الہوے واعجب
کل ذی رای برایہ انتہے بلفظہ اس تحریر شاہ صاحب قدس سرہ سے مذاہب اربعہ
کی حقانیۃ باجماع امۃ ثابت ہو گئی اور جو اہل ظاہر کہ ان مذاہب کے عدم جواز کے
قائل ہوئے ہین اُن کا غیر معتد ہونا بھی ظاہر ہوا اور تقلید شخصی ایک مذہب کی ان
اربعہ سے موجب مصالح کثیرہ کا ہونا بھی واضح ہوا اور ترک تقلید شخصی سے اس زمانہ
مین بسبب اشراب ہوائے نفسانی کے قلوب عوام مین اور بسبب اعجاب ہر شخص عوام
کے اپنی راے ناقص پر باعث مفاسد وتخریب دین کا ہونا ظاہر ہو گیا کیونکہ جیسا
کہ عدم تقلید مطلق سے لاابالی ہونا اور تتبع ہواے نفسانی کا ہونا ہوتا ہے ایسا ہی
اربعہ سے ایک معین کو اختیار نکرنے مین لازم ہے چنانچہ ابنار زمانہ کا حال شاہد
ہے حاجۃ تحریر کی نہین اور تقلید ایک مذہب کی ان اربعہ سے موجب سد باب
فساد اور اصلاح دین حق کا ہے کما لاتخفی اور شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے

یہ جو لکھا ہے کہ چار سو سال تک ہجرۃ سے پابندی ایک مذہب معین کی نہ تہی تو
وہ یہ فرماتے ہین کہ اس وقت تک جملہ ناس کا اجتماع ایک معین مذہب پر تمام
مسائل مین ہو یہ نہ تہا چنانچہ فرماتے ہین اعلم ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ
غیر مجتمعین علی التقلید الخالص لمذہب واحد بعینہ الخ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ تقلید بہی تہی اور ایک مذہب کی ہی تقلید کو جائز و معمول کرتی تہی معہذا دوسرے
مذہب والے سے بہی مسئلہ دریافت کرلیتے تہے کہ ہر دو قسم کو جائز و معمول
رکہتے تہے اس عبارۃ سے عدم جواز تقلید شخصی کا ہرگز معلوم نہین ہو سکتا معہذا
ہم کہتے ہین اگر غیر شخصی کا عمل درآمد ہو تو عدم جواز شخصی کا اُن کے نزدیک کہانسے
ثابت ہو سکتا ہے بہرحال چونکہ وہ زمانہ خیر کا تہا اور نفوس اُس وقت کے
مسلمانون کی ہواے نفسانی اور اعجاب برائے سے مزکّی ہی تہی تو غیر شخصی پر عمل درآمد
کرنے مین کوئی حرج نہ تہا اور علماء کی کثرت ہر ہر جگہہ اور عوام کی بہی معلومات
اس وقت کے اکثر علماء سے زیادہ ہی تہی لہذا وہ چندان محتاج تقلید کی ہر ہر جزئیہ
مین نہ ہوتی تہی بلکہ اپنی آباء و اجداد سے ہی اکثر مسائل سمجھے بوجہے ہوتے تہے
اور شیوع مجتہدات مسائل کا بہی اس قدر نہ تہا جس قدر اب ہے تو ایسی حالۃ مین
اُس وقت مین اگر اجتماع جملہ عوام و خواص کا ایک مذہب پر نہو تو یہ کچہہ حرج نہین
لاتا ہے اور نہ اندیشہ فتنہ و نزاع کا ہے معہذا سہولۃ حصول جواب بہی ہر ہر مفتی سے
دریافت کرنے مین تہے اور شخصی سے کچہہ انکار بہی نہ تہا کہ ہر دو نوع تقلید پر عمل
برابر جانا جاتا تہا اور باوجود اس کے عند الاختلاف اعلم و افقہ کی طرف توجہ زیادہ
ہوتی تہی پس اس کلام سے عدم جواز شخصی کا ہرگز مفہوم نہین ہوتا حالانکہ خود شاہ صاحب

پس وپیش اس کلام کی تقلید شخصی کا اثبات اور اُس کے متضمن مصالح ہونے کے مقر ہوتی ہیں پس اس سے عدم جواز تقلید شخصی کا سمجھنا نہایۃ بلاہتہ ہے الغرض بعد ثبوت اس امر کے کہ یہ مسئلہ اپنے امام کا خلاف کتاب وسنت کے ہے ترک کرنا ہر مومن کو لازم ہے اور کوئی عامی بعد وضوح اس امر کے اس کا منکر نہین مگر عوام کو یہ تحقیق ہی کیونکر ہو سکتا ہے سواے اس کے کہ اپنی جہل پر اعتماد کرکے ترجمہ دیکھکر عالم بنکر معترض ہون یا کسی عالم زمانہ سے جس کو معتبر جانتا ہے سنکر جان لیوے تو پھر یہ وہ ہی تقلید ہوگئی جو بزعم اُن کی شرک ہے پس خلاصہ جواب یہ ہوا کہ تقلید بھر دو نوع کتاب وسنۃ وفعل صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے ثابت ہے اور بدون ہواے نفسانی کے خاص لوجہ اللہ تعالیٰ خواص کو عمل ہر دو پر درست ہے اور عوام اہل اعجاب پر غیر شخصی موجب اُن کی اضلال کا ہے بسبب اس اُنکے فساد طینۃ کے نہ فی حد ذاتہ کہ وہ مامور ہے ہندا شخصی کا ارتکاب اولیٰ ہے اور مصالح عدیدہ پر مشتمل ہے اور طعن کرنا تقلید مطلق پر یا نوع شخصی پر جہل وضلال ہے فقط

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وتباعہ ومن رجع وتاب عن غیہ وضلالہ الی الحق والصواب

فقط



فتاوی عزیزی

یہ وہ نایاب فتاوی امام العلما قدوۃ الفضلا اوحد محدثین عرب وعجم قطب سماء الشرف والکرم ہادی الخلق الی سواء السبیل مصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل مولانا شاہ **عبدالعزیز** محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جسکی طلب وتلاش مین ایک عالم گرم جوشی اور اشتیاق تہا اور ایک جہان انکی دید کا مشتاق احقر نے آپکے فتاوون کو بڑی سعی وکوشش اور صرف زر کثیر سے بہم پہونچا کر اور سب کو مجتمع کر کے عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتہ طبع کیا ہے اور اول مین اس فتاوی کے آپکی مختصر لائف بھی لکھی ہے جو دیکھنے کے قابل ہے پس ایسے علماے دین اور مفتیان شرع متین جسکو تم ڈہونڈہتے تہے اور نقد جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تہے وہ یہی فتاوی ہے جو مطبع مجتبائی دہلی مین چہپا ہے جسکی عام قیمت عہ / ہے

شایقین خرید فرمائین اور حرز جان بنائین

المشتہر



محمد عبد[illegible] مالک ومہتمم مطبع مجتبائی دہلی

ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۲ھ

